بعونہ تعالیٰ

رسالۂ اعتقادیہ اردو

یہ رسالہ الموسوم بہ لیلیہ زبانِ عربی میں تصنیفات سے فاضل اجل وعالم بے بدل جناب ملا محمد باقر مجلسی صفہانی علیہ الرحمۃ کی ہی چونکہ عربی زبان میں تھا اور عوام الناس اِس سے کوئی دینی استفاضہ حاصل نہیں کر سکتے تھے بنابراں بنظر سہولیت عوام اردو میں عالیجناب فیض مآب مولانا مولوی خواجہ عابد حسین صاحب مدظلہ العالی مدرس اعلے مدرسہ منصبیہ سی اسکا ترجمہ کرایا اِس رسالہ میں وہ تمام عقائد موجود ہیں جو مجتہدین قبل از وفات بنا بر آگہی خاص وعام کی رقم فرما کر چھوڑ جاتے ہیں کہ ہمارے دین کی نسبت یہ عقائد ہیں۔ فقط

بمطبع یوسفی دہلی در سنہ ۱۳۱۱ھ طبع شد

تعداد طبع ۵۰۰ جلد قیمت فی جلد ۱؎

ان الدین عند اللہ الاسلام
بعونہ وسبحانہ ترجمہ رسالہ اعتقادیہ اخوند ملا محمد باقر مجلسی اصفہانی رح
المعروف
ذلیلہ ۱۸۹۷ء
ترجمہ اردو
لیلیہ ۱۳۱۴ھ
مترجمہ
مولانا مولوی خواجہ عابد حسین انصاری سہارنپوری مدرس مدرسہ منصبیہ میرٹھ
مطبع یوسفی دہلی میں طبع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جمیع حمد و ثنا کا مستحق اللہ جل شانہ ہے جس نے شرائع دین پہ چلنا ہمارے لئے سہل و
آسان کیا اور اُسکے علامات اور نشانوں کو واضح فرمایا اور مناہج یقین کو بیان فرماکر
اپنے انعام کو ہم پر کامل کیا اور اُسکے انعام خاص سے یہ امر ہے کہ سیّد انبیا و نخبۂ اصفیا کے
ہمکو ممتاز کیا جنکی وجہ سے اُسنے ہمکو ڈوبتے ہوے چاہِ ہلاکت سے کھینچ لیا اور اعلیٰ درجات
پر ترقی کرنیکے طریقہ اونکے ذریعہ سے ہمکو معلوم ہو گئے اور ہمکو اہلبیتِ نبی سے مکرّم فرمایا
جو سادات بشر اور شفیعِ روزِ محشر ہیں اُنکے نورِ ہدایت سے ہمارے قلوب کو منوّر اور
اُنکے اسرار سے ہمارے سینونکو گشادہ کیا رحمتِ کاملہ ہو اُنکی اونپر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے
اور لعنت خدا کی اُنکے جمیع اعدا پر امّا بعد حمد و نعت عرض کرتا ہے مشتاق و محتاج
رحمتِ پروردگار غافر محمد تقی کا بیٹا محمّد باقر خدا اُنکے نامۂ اعمال کو اُنکے دہنے ہاتھ میں
دے اور حسابِ یوم الحساب اونپر آسان کرے کہ مجھ سے اوس شخص نے سوال کیا جسکو خدا
نے مسالکِ حق اور رشد کی تلاش میں ہدایت کی اور اُسکے دلمین روزِ معاد کا خوف ودیعت کیا
کہ میں اُسکے لئے اون مطالب کو بیان کروں جنکی جانب مجکو ہادیِ حقیقی نے ہدایت کی

نجات کے طریقوں سے اس زمانہ میں جس میں لوگوں پر طرق حق و باطل مشتبہ ہو گئے
اور مسلک دین تاریک ہیں شیطان نے اپنے تابعین پر تسلط پایا اور اونکو مہلکوں میں پہنچایا
شیاطین جن و انس اور اُنکے احزاب نے سالکان طریق خدا شناسی کو رستوں پر اپنے
پھندے اور جال پھیلائے اور بدعت و ضلالت کو بصورت حق بنا کر
دکھلایا ہے پس ضرور ٹھرا میرے ذمہ یہ امر کہ میں اُسکے لیئے مناہج حق اور نجات کو روشن
نشانیوں اور واضح دلائل سے بیان کروں اگرچہ قراعنہ بدعت و طغیان سے میں فی الجملہ
خائف ہوں پس اے برادران دینی تمکو یہ بات معلوم رہے کہ میں تم سے نصیحت اور
خیر خواہی کو اُٹھا نرکھونگا اور بیان حق میں جو مجھکو معلوم ہوا ہے پہلو تہی نکرونگا
اگرچہ کچھ لوگوں کو گراں گذرے ولیکن میں راہ خدا میں کسی ملامت کنندہ کی ملامت
کا خوف نہیں کرتا اے برادران ایمانی ادہر او دہرمت ڈہو یقیناً جان لو کہ خدا نے تمام
مخلوق سے زیادہ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ اور اُنکے اہلبیت طاہرین سلام اللہ
علیہم اجمعین کو مکرم کیا ہے اونکو اپنی کل مخلوق پر فضیلت عطا کی اپنی رحمت اور علم و حکمت
کا معدن اونکو قرار دیا اس عالم ایجاد کی ایجاد کے اصلی مقصود وہی ہیں اور شفاعت
کبریٰ اور مقام محمود سے وہی بزرگوار مخصوص ہیں شفاعت کبریٰ سے مراد یہ ہے کہ وہ
حضرات فیوض الٰہی کے فیضان کا واسطہ اور اسباب ہیں اس عالم فانی میں بھی اور اُس
عالم جاودانی میں کہ فیوض آلہی اور مراحم قدسیہ باری تعالیٰ کی قابلیت اصلاً نہیں رکھتے
انہیں کی طفیل سے سائر موجودات کو رحمت پہنچتی ہے یہی حکمت ہے جسکی وجہ سے اونپر ہر ایک
حاجت کے وقت درود بھیجنا اور توسّل چاہنا لازم ہے کہ جب اونپر صلوٰۃ بھیجی گئی
تو پھر دُعا رد نہوگی اسلیئے کہ مبدء منعم فیاض ہے اور محلِ فیض فیض کی قابل و لائق ہے پھر

کیونکر وہو انہیں کی برکت سے ہر ایک سائل بلکہ جمیع مخلوقات پر فیض جاری ہوتا ہے
ہم آسانی کی نظر سے ایک مثال دیتے ہیں جسکی وجہ سے یہ مضمون عام فہموں سے قریب تر
ہو جاوے خیال کرو کوئی کردی یا اعرابی یعنی جنگلی گنوار جاہل غیر قابل اکرام کسی بادشاہ
کے دربار میں حاضر ہو اور سلطان حکم فرمائے کہ ہاں دستر خوان پھیلائے جاویں اور ہر ایک
نوع کی عزت و تکریم اسکی کیجاوے تو ظاہر ہے کہ تمام عاقل بادشاہ کو کم عقل اور ضعیف الرائے
سمجھیں گے اور اگر یہی سامان بلکہ اس سے زیادہ کسی مقرب حضرت یا وزیر امیر یا سپہ سالار وغیرہ
افسر فوج کے لئے کیا جاوے اور وہ کردی یا اعرابی بھی اوسکے طفیل میں اوس دعوت
میں شریک ہو کر انہیں نعمتوں کو کھاوے تو کسی کے نزدیک غیر مستحسن نہ کہلاویگا بلکہ اگر
اوس سے ہزار با درجہ بہتر نوش کرے تو بادشاہ کے جمیل کرم میں داخل ہوگا بلکہ بعض اوقات
ایسی حالت میں مانع ہونا بخل اور قبیح شمار ہوگا اور یہی وجہ ہے کہ جناب اقدس اور
حریم ملکوت مالک الملک سے چونکہ ہم نہایت دور ہیں اور اوسکی ساحت عزت و جبروت
سے ہمکو کچھ لگاؤ اور رابطہ نہیں ہے تو ہمارے اور ہمارے رب کے درمیان ضرور کچھ سفیر
اور حاجب ہونے چاہئیں جنمیں جنبہ قدس کے علاوہ جنبہ بشریت بھی ہو قدسیت کی راہ سے
اونکو جناب مقدس اعلیٰ سے ارتباط ہوگا اور وہاں سے ہر ایک قسم کے حکم و احکام حاصل
کرینگے اور بشریت کی وجہ سے اونکو مخلوقات سے اک نسبت ہوگی جس مناسبت سے جو اونکو
سرور دگار سے ملا ہے خلق کو پہنچاویں اسیوجہ سے حق تعالیٰ نے اپنے تمام سفیر اور نبیا کو ظاہر میں
جنس بنی آدم سے بنایا اور باطن میں وہ بالکل خلق سے علیحدہ تھے نہ اون کے یہ طور
و طریقہ نہ یہ عادات اونکی نفس ہی کچھ اور اونکی قابلیت ہی جدا تھی اور وہ مقدس
روحانی ہیں فقط اس غرض سے کہ امت کو نفرت اور وحشت نہو اور اونکی بات

مان لیں اور ہم جنس اور ہم شکل ہونیکی وجہ سے مانوس رہیں اُنھوں نے یہ کہا ہی اَنَّمَا انا بشر مثلکم کہ بیشک میں ایک انسان ہوں تم جیسا اسی بیان کیجانب اشارہ ہے کلام باری میں ولو جعلناہ ملکا لجعلناہ رجلا وللبسنا علیہم ما یلبسون کہ اگر ہم ملائکہ کو نبی مقرر کرتے جیسا کہ کفار کا زعم ہے تو البتہ ہم اوسکو انسان مرد بناتے اور اوسکو وہی لباس پہناتے جو آدمی پہنتے ہیں اور اس ہی بیان سے اس حدیث کی تفسیر کر سکتے ہیں جو عقل کے باب میں مشہور ہی کہ عقل سے مراد خود نفس نبی ہو اور اوسکو آنیکا حکم جو دیا گیا اوس سے مراد مراتب فضل و کمال اور درجات قرب اور وصال کی تحصیل و طلب ہو اور پلٹنے کے حکم سے انتہائی کمال کو پہنچنے کے بعد اس مرتبہ اعلیٰ سے مرتبہ ادنیٰ کیجانب مائل ہونا خلق خدا کی تکمیل کیغرض سے مراد ہو اور ممکن ہی کہ حق تعالیٰ کا کلام ذیل بھی اسی جانب اشارہ ہو قد انزل اللہ الیکم ذکرا رسولا کہ خدا نے اوتارا تمھاری جانب ذکر یعنی مذکر کو جو رسول ہی یا رسول بنا کر کہ اتارنے اور نازل کرنیسے مراد ہو انکا اس درجہ قصوی سے جسکے ملک مقرب کو وسعت ہی نہ نبی مرسل کو معاشرت خلق اور اونکی ہدایت و موانست کی جانب نزول فرمانا ہی اسیطرح تمام فیوضات اور کمالات میں خلق اور خالق کے درمیان وہی برگزیدگان درگاہ واسطہ اور وسیلہ ہیں ہر ایک فیض اور جود کی ابتدا اونہیں حضرات سلام اللہ علیہم سے ہے اونکے بعد اور مخلوق تک پہنچتی ہے بس اوپر درود بھیجتے ہیں رحمت کو اوسکے معدن کی جانب کھینچتا ہی اور فیوض کو اوسکے مقسم کیطرف جہاں سی وہ تمام مخلوق پر تقسیم ہوتے ہین بعد اسکے یہ جانو کہ اللہ تعالیٰ نے ہر طرح سے اپنے نبی کو جب کامل کر لیا اور کہدیا کہ ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتھوا یعنی

جو دیوے تمکو رسولؐ وہ لے لو اور جس سے منع کرے اور بند رہے اوس سے باز رہو تو ہمکو واجب ہی
ارحق تعالیٰ کے حکم کے موافق ہم اصولِ دین اور فروع دین اور امورِ معاش اور معاد میں
رسولؐ کی متابعت کریں اور کل باتوں کو انہیں حضرت سے حاصل کریں اور رسول اللہ نے
[illegible] حکمت اور معرفت اور احکام اور آثار کو اور جو کچھ اونپر آیات قرآن اور معجزات
[illegible] ہوا ہے سب اپنے اہلبیت کی سپرد کیا ہی جیسا انچہ بطریق تواتر ہر ایک شخص جانتا ہی
یا جاننا ممکن ہے کہ رسولِ خدا نے اونکے باب میں فرمایا انی تارک فیکم الثقلین
کتاب اللہ وعترتی اہلبیتی لن یتفرقا حتی یردا علی الحوض کہ میرا ترکہ
تمہیں دو بھاری چیزیں ہیں ایک خدا کی کتاب ایک میرے عترت و اہلبیت یہ دونوں
ایک دوسرے سے جدا نہوں گے یہاں تک میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں اس
حدیث سے اور دوسرے اخبار مستفیضہ سے یہ بات معلوم ہے کہ قرآن کا علم اہلبیت کے
پاس ہے کیا لفظوں کا اور کیا معنوں کا دوسرے کے پاس نہیں۔ اور اون حضرات نے
ہمارے لئے اپنی احادیث کو چھوڑا ہے پس اس زمانہ یعنی غیبت کے زمانہ میں سوائے
اونکے اخبار اور آثار کے تمسک اور تدبر کرنے کے دوسرا کوئی وسیلہ نہیں فی الحال یعنی
احادیث آئمہ بجائے ائمہ ہمارے لئے کتاب وسنت کو ہادی ہیں لیکن غفلت سے لوگوں
نے آثارِ اہلبیت کو ترک کیا اور اپنی رایوں پر چلنے لگے بعض آدمی حکما کے مسلک پر
چلتے ہیں جو خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی اُنھوں نے گمراہ کیا نہ وہ کسی نبی
کے مقر تھے نہ کسی کتاب پر ایمان لائے تھے محض اپنی عقولِ فاسد اور آرائے کاسد پر
اونکو بھروسہ تھا اونکو اِن لوگوں نے اپنا امام اور پیشوا بنالیا صحیح وصریح النصوص میں جو ائمہ
ہدیٰ سے پہنچی ہیں مذاہب حکما کے خلاف پاکر تاویل کرتے ہیں باوجودیکہ خود بھی جانتے ہیں

کہ اونکے دلائل اور اونکے شبہات نہ ظن وگمان پیدا کرتے ہیں نہ وہم بلکہ اونکی فسکر
مکڑی کے جال کی موافق ہے اور یہ بھی جانتے ہیں کہ باہم حکما میں سخت اختلاف ہی
ایک کی رائے ایک سے جدا ہے کوئی اونمیں مشائی کہلاتا ہی کوئی اشراقی اور بہت کم ایسا ہے
کہ ایک گروہ کی رائے دوسرے گروہ سے مطابقت رکھتی ہو ذیل مثلاً ایک کہتا ہی کہ آفتاب
زمین کے گرد گھومتا ہی دوسرے کا دعویٰ ہی کہ زمین کا کرہ آفتاب کے گرد پھر جاتا ہے
ایک فرقہ آسمانوں کا مقر دوسرا منکر ایک کے نزدیک عالم ایک علت کا معلول ہے
دوسرے کے خیال میں عالم خود بخود ہی وغیر ذلک من الهفوات اسی وجہ سے مصنف صاحب
فرماتے ہیں کہ ایسا ہو سکتا ہی کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں کو اصول عقائد کے باب میں اُنکی
رائے پر چھوڑ دے کہ وہ جہالت کے میدانوں میں بھٹکتے پھریں بخدا مجھے حیرت ہی کہ محض
ایک حسن ظن کی بنا پر جو اونکو ایک بیدین و لامذہب و کافر یونانی سے ہے واضح
اور صریح نصوص ہیں جو اہلبیت عصمت وطہارت سے پہنچی ہیں اونکی تاویل پر کیسی جرات ہوتی
ہی اور بعض ہمارے زمانہ کے لوگوں نے بدعت اور ایجاد کو مذہب سمجھ لیا اوسی کے موافق
خدا کی عبادت کرتے ہیں اور اون بدعات کا تصوف نام رکھا ہی وہ رہبانیت
جس سے ہمارے نبیؐ نے ہمکو ممانعت کی ہے اوسکو اختیار کیا یہ نہیں جانتے کہ حضرت
نے حکم فرمایا ہے کہ نکاح کرو خلق سے ملو جلو مومنیں کی صحبتوں میں شریک ہو اور ایک
دوسرے کی ہدایت کرو اور جماعت میں حاضر ہوا کرو اور احکام آلہی کی تعلیم و تعلم سیکھنا
سکھانا مریضوں کی عیادت جنازوں کے ساتھ جانا مومنین کی ملاقات برادران ایمانی
کی حاجات میں سعی کرنا اچھی بات کو سمجھانا بری بات سے منع کرنا خدا کی حدود کو قائم
رکھنا احکام آلہی کو پھیلانا رواج دینا اور وہ رہبانیت جسکو ان صوفیہ نے ایجاد کیا ہی

اُس سے یہ سب واجبات اور سنن متروک ہوگئے پھر یہ امر ہی کہ اس رہبانیۃ میں انہوں نے نئی نئی عبادتیں احداث و اختراع کی ہین کہیں ذکرِ خفی ہی جو ایک وضع خاص پر ایک خاص عمل ہے جسکی بابت نہ کوئی آیت اتری نہ حدیث آئی نہ کسی امام کا قول ہی نہ صحابی کا فعل اور جو کام ایسا ہو وہ اُنکے نزدیک بھی بدعت ہی حرام ہی بلا شک لاریب رسولِ خدا نے فرمایا ہے کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ سبیلھا الی النار کہ جو بدعت ہی وہ گمراہی ہی اور ہر گمراہی جو ہے اوسکا راستہ جہنم ہے ازانجملہ ذکرِ جلی ہی جس میں اشعار کا گانا گدھونکی طرح چیخنا چلانا ہی اور خدا کی عبادت کرتے ہیں تصدیہ اور مُکا سے یعنے چیخنے چلانے اور سیٹی اور تالیاں بجانے کو عبادتِ خدا سمجھتے ہین اور سوائے ذکرِ بدعت ذکرِ خفی و جلی کے اور کوئی اونکے لئے عبادت ہی نرہی تمام نوافل اور مسنون کاموں کو چھوڑ چھاڑ دیا اور نمازِ فریضہ میں غُراب کی طرح ٹھونگیں مارنی پر قناعت کرتے ہیں اور اگر علمائے ربانی کا خیال نہوتا تو عجب نہ تھا کہ بالکل نماز کو ترک کر دیتے ذیل چنانچہ جب وصل کا درجہ سالک کو اونکے زعم میں حاصل ہوگیا یعنی خدا سے جا ملا تو پھر نماز ہے نہ روزہ اور ہو تو کسکا خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گلِ کوزہ آپ ہی عابد اور آپ ہی معبود ہمہ اوست ہی اور خدا لعنت کرے اسپر بھی اکتفا نہین کرتے اصولِ دین اور قواعدِ مذہب میں تحریف کرتے ہیں وحدتِ وجود کے قائل ہیں اور وحدتِ وجود کے جو معنی اس زمانہ میں مشہور ہیں اور اونکے مشایخ سے سُنے جاتی ہیں وہ صریح خدا کا انکار ہے اور جبر کے قائل ہیں اور ایک وقت میں نماز بھی ساقط ہوتی ہی ہے سوائے اُسکے اور قواعدِ فاسد اور سخیف عقائد گھڑ لئے مومنین کو اون سے بچنا لازم ہی اور اپنے دین و ایمان کی حفاظت کرنا ان شیاطین کی وسوسوں سے اور اونکے

تسویلات اور دہوکے بازی سے محفوظ رہنا ضرور ہی خبردار ہوشیار اگر ان مصنوعی طور اور طریقہ
کو دیکھکر جیسا کہ جاہلوں کے دل بہک گئے ہیں دہوکہ نہ کھانا فریب میں نہ آنا اب میں
یہاں سے مجملاً وہ اصول مذہب تحریر کرتا ہون جو احادیث متواتر سے مجکو ملے اور مجھپر
عیاں ہوئے تاکہ عوام اونکی فریب بازی اور دہوکہ دہی میں نہ آجاویں اور خدا
کی حجت کو اوسکے بندوں پر پورا کرتا ہوں اور اس دین سے جو تمہارے آقا اور مولی
سے مجھکو پہنچا ہے تمکو آگاہ کروں کہ پھر اگر کوئی ہلاک ہو تو بینہ سے اور زندہ رہے تو
بینہ و حجت سے اور اپنے مقصود کو ہم دو بابوں میں وارد کرتے ہیں۔

پہلا باب

اصول دین کے بیان میں واضح رہے کہ پروردگار ہمارا پاک ہے ذات اوسکی
اوسنے ہمکو اپنی کتاب میں اپنے وجود وہستی اور صفات کے جاننے کا طریقہ اسطرح
تعلیم کیا ہے کہ حکم فرماتا ہے کہ وہ آثار قدرت اور عجایب و غرائب صنائع و بدائع جو خلقت
زمین و زمان میں ودیعت کئے گئے اوسمیں تدبر و تفکر کرو جب تم اپنی صریح عقل
سے خوب غور و تامل کرو گے تو تمکو یقین کامل ہو جاویگا کہ تمہارا ایک پروردگار
ہے حکیم علیم قادر قاہر نہ وہ ظلم کرتا ہے اور نہ قبیح یہ دونوں امر اوسکی شان سے بعید ہیں
پھر جانو کہ تمہارے رب نے تمہاری ہدایت کیلئے ایک نبی بھیجا ہے جسکی تائید
کے واسطے آیات ظاہرہ اور معجزات باہرہ یعنی ظاہر اور روشن روشن آثار اور
علامتیں دیں کہ جنکے کرنے سے اور عاجز ہیں اور بداہتہً عقل گواہی دیتی ہے
کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالی کسی کاذب اور مفتری کے ہاتھ پر ایسے معجزات و آیات کو

ظاہر کرے ذلیل ورنہ اعزا بالجہل ہوگا اور خود خلق کو گمراہ کرنا اور یہ امر خدا کی شان
لعید ہی یہ کام وہ کرتا ہے جو جاہل ہو یا عاجز یا احمق کہ سفاہت سے یا مجبوری سے
یا جہالت سے کرے اور اللہ جل شانہ نہ جاہل ہی نہ عاجز نہ احمق بلکہ اوپر بیان ہو
کہ عالم قادر و قاہر و حکیم ہے اور جب ہمکو نبیؐ کے صدق کا یقین ہوگیا اور ہم معتقد
اوسکے ہوگئے تو لازم ہے کہ اوسکا اتباع کرو اور اعتقاد رکھو کہ وہ صادق ہی جو
کچھ تمکو خبر دی اصول دین یا فروع دین سب صحیح اور درست ہی پس من جملہ اون دین
کی باتون کے جو آیات و احادیث متواتر سے ثابت ہوئی ہین یہ ہیں کہ وہ اللہ تعالی
وحدہ لاشریک ہی کوئی اوسکا اوسکے ملک میں شریک نہیں اور اوسکے غیر کسیکی عبادت
درست نہیں اور اوسنے عالم کے ایجاد میں کسی دوسرے سے مدد نہیں چاہی اور
احدی الذّات ہی یعنی اوسکے جزو نہیں نہ عقلی نہ وہمی اور وہ احدی المعنی ہی یعنی وہ ایک
ہی چیز ہے اوسکی صفات اوسکی ذات سے جدا نہیں بلکہ عین ذات ہیں مثلاً وہ
علم سے عالم اور قدرت کی ذریعہ سے قادر نہیں بلکہ علم و قدرت اوسکی عین ذات ہیں
اور وہ ازلی ہے جانب ازل اور گذشتہ میں اُسکے وجود کی کوئی حد و انتہا نہیں
اور ابدی ہے فنا اوس پر آئندہ کو بھی ممتنع ہی اور وہ نہ جسم ہی نہ جسمانی نہ مکان نہ
مکانی نہ زمان نہ زمانی اور حیّ ہی لیکن نہ حیوۃ زائد سے اور نہ کسی کیفیت سے اور مرید
ہے مگر اوسکا ارادہ خطور قلب اور تفکر اور رویہ کا نام نہیں اور بے شک وہ
کرتا ہے جو چاہتا ہے اپنے اختیار سے اور اپنے افعال میں مجبور نہیں وہ ہر شے پر
قادر ہی اگر ایسے لاکھوں عالم پیدا کرنا چاہی تو کر سکتا ہی بدون مادہ اور مدت یعنی
سامان اور وقت کے نہ جیسا کہ یونانی حکیم خیال کرتا ہی کہ بدون مادہ قدیمہ اور

استعداد کے اجسام کی پیدائش نہیں ہو سکتی اور بیشک وہ جملہ اشیاء کا عالم ہی کیا کلیات
اور کیا جزئیات اور اوسکا علم ماکان اور مایکون یعنی گذشتہ اور آئندہ کی بابت
ایک ڈھنگ کا ہی اور اوسکا علم بدلتا نہین جو پہلے تھا وہ ہی ایجاد کے بعد ہی اور
اسکے علم سے ذرہ بھر حال زمین و آسمان کا ٹل نہیں سکتا نہ جیسا کہ حکما گمان کرتے
ہیں کہ خدا جزئیات کو نہیں جانتا جو اسبات کا قائل ہو وہ کافر ہے اور کچھ ضرور
نہیں بلکہ درست و بجا نہیں کہ ہم اوسکے علم کی کیفیت میں تفکر کریں کہ وہ حضوری ہی
یا حصولی ذیل میں خود معلومات اوسکے نزدیک حاضر ہیں جیسے ہمارا علم اشیاء موجود
کی بابت ہوتا ہے اور نہ معلومات کی صورتیں اوسکی ذات میں حاصل ہوتی ہین
جیسے غیر حاضر اور غایب اشیاء کی بابت ہماری علم کی صورت ہی کہ اگر تمام معلومات
خود اوسکی ذات کے سامنے آگے پیچھے کسی طرح حاضر فرض کیجاویں قبل وجود یا بعد
وجود یا بعد فنا کے تینوں حالت میں عقل اوسکو محال جانتی ہے ورنہ وجود شی کا
اوسکے وجود سے قبل اور بعد لازم آویگا اور نیز خدا تعالے محدود و مکانی ہو جایگا
اور معلومات کی صورتیں اوسکو حاصل ہوں تو اوسکی ذات ہمارے ذہن اور حافظہ
کی طرح صورتوں کا محل ہو جایگا یہ بھی باطل ہی اسیطرح خدا کی تمام صفات میں زیادہ
اوس سے جو معصوم نے ہم سے تقریر کی اور بیان فرمایا فکر کرنا درست نہیں کہ یہ سب
فکریں خدا کی ذات کیطرف رجوع کر جاتی ہیں اور خدا کی ذات میں خوض اور فکر کرنے سے
بہت سی احادیث میں ہمکو ممانعت کر دی گئی ہی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کو بدون حکمت
اور مصلحت کی نہیں کرتا اور وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا اور نہ کسی کو اوسکی طاقت سی زیادہ
تکلیف دیتا ہی یعنی بار ڈالتا ہی ذیل کہ تکلیف مالا یطاق بھی ظلم ہی اور یہ کہ اوسنے

اپنے بندوں کو موافق مصلحت اور منفعت کی تکلیف دی ہی اور اونکو باوجود تکلیف
کے ابھی تک فعل و ترک کا اختیار حاصل ہی چاہی کریں چاہی نکریں مجبور نہیں کیا
اور یہ کہ نہ جبر ہے نہ تفویض یعنی نہ خدا نے بندوں کو مجبور پیدا کیا ہی کہ اپنے ارادہ
اور اختیار سے کچھ نہ کر سکیں اور نہ مطلق العنان کیا ہی کہ جو چاہیں کریں خدا کو
اونکے فعل و ترک میں کچھ دخل اور قدرت باقی نہو بلکہ امر بین الامرین ہی پس اسبات
کا قائل ہونا کہ بندہ اپنے کاموں میں مجبور ہی ظلم کو مستلزم ہے اور ظلم خدا کے حق میں
محال ہی اور اسکا قائل ہونا کفر ہے اور اس بات کا قائل ہونا کہ بندوں کے افعال
میں خدا کو کچھ دخل نہیں یہ بھی کفر ہے ضرور اللہ تعالی کا کئی طرح کا دخل ہی ہدایت
کرتا ہی توفیق دیتا ہے کبھی نہیں دیتا جسکو زبان شرع میں ضلال تعبیر کیا ہی ولیکن
ان ہدایات کی وجہ سے بندہ فعل و ترک میں مجبور نہیں ہوا مثال اسکی یہ ہی کہ کوئی
مالک اپنے غلام کو کسی کام پر مامور کرے اور کہدے کہ اگر ترک کریگا تو سزا پاویگا
اور اسبات کو اوسکو خوب سمجھا دی اس سے زیادہ کچھ غلام کو مدد نہ دی اور غلام
اوس کام کو نکرے تو تمام عقلا اوسکے سزا دینے کو قبیح نہیں ٹھہرانے اور اگر آقا زیادہ
تاکید و تہدید سے تنبیہ کرے اور نرمی اور مہربانی سے اوسکو ڈہارس دی اور ایک
داروغہ و نگران بھی اسپر مقرر کردے کہ جو اوسکو یاد دلاکے اوس کام کو کرالے
مگر زبردستی سے نہیں بلکہ غلام اپنی خوشی اور مرضی سے کام کو کرے تو کوئی عاقل
یہ نہ کہیگا کہ غلام مجبور ہی اوسنے اپنے اختیار سے اس کام کو نہیں کیا یہ وہ فرق
ہے جو احادیث سے معلوم ہوتا ہی اس سے زیادہ خوض و فکر قضا و قدر کے مسئلہ
میں کرنا مناسب نہیں کہ ائمہ علیہم السلام نے قضا و قدر میں غور کرنے سے منع کیا ہے

کہ اس مسئلہ میں ایسے ایسے شبہہ قوی پیش آتے ہیں جنکے حل کرنیسے اکثر آدمیوں کی عقلیں
عاجز ہیں اور بہت سے مدعی علم اوس میں بہک گئے خبردار ہرگز قضا و قدر میں تعمق و
تفکر نکرنا چاہئے کہ سوائے ضلالت اور جہالت کے کچھ نفع نہو گا پھر واجب ہے کہ مجملاً جمیع
انبیاء کے برحق ہونے پر اور اونکی طہارت و عصمت پر ایمان لاوے اور اُنکی نبوت
کا انکار کرنا یا اونکو برا کہنا یا تمسخر کرنا یا ایسی بات کہنا جو اونکی شان کے خلاف ہو
یہ سب کفر ہے ذیل یعنی اجمالاً ایمان لانا کافی ہے اور یہ امر کہ وہ کتنے تھے اور کب تھے
کہاں تھے کس قوم پر بھیجے گئے اور کیوں بھیجے گئے وغیرہ وغیرہ تفاصیل کا جاننا ضرور نہیں
البتہ اون میں جو جو مشہور ہیں جیسے آدمؑ و نوحؑ و ابراہیمؑ و موسیٰؑ و عیسیٰؑ داؤدؑ و سلیمانؑ
وغیرہ جنکو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان کیا ہے اونپر اور اُنکی کتب پر خصوصیت یعنی تفصیل کیساتھ
ایمان لانا واجب ہے جسطرح سے کہ قرآن و حدیث میں آیا ہے ذیل لیکن اس تفصیل کا
جاننا ہر شخص پر واجب نہیں بلکہ اقرار اجمالی کافی ہے البتہ جس بات کا علم ہوتا جاوے
اوسکا اقرار کرتا جاوے اور جو شخص اُنمیں ایک نبی کا بھی انکار کریگا اوسنے گویا کل انبیاء
کا انکار کیا اور منزل من اللہ یعنی خدا کے فرمودہ کو نمانا اور واجب ہے کہ قرآن شریف
کے برحق ہونے پر اور جو کچھ اوسمیں ہے اوس سب پر مجملاً ایمان لاوے یعنی جو کچھ قرآن
میں ہے میں سب پر ایمان لایا اوسکا نام ایمان اجمالی ہے اور جانے کہ وہ اللہ کا
بھیجا ہوا ہے اور حادث یعنی جدید چیز ہے قدیم نہیں ذیل مگر مخلوق نکہے کہ مخلوق
کے معنی جیسے مصنوع کے ہیں اوسیطرح مجعول اور بناوٹی بات کو بھی کہتے ہیں اور
قرآن شریف سے منکر ہونا اور اوس کا استخفاف کرنا ہٹیک سمجھنا کفر ہے اسیطرح
قرآن سے وہ کام اور برتاؤ کرنا جس سے قرآن مجید کی حقارت ہو جیسے بدون

کسی ضرورت شرعی کی اُسکو جلا دینا یا پاخانہ وغیرہ پلید جگہ میں ڈالدینا بلکہ نہ اُٹھانا بھی لیکن
وہ بات جس میں بدون قصد اور نیت کے حقارت نہ نکلے مثلاً قرآن کی طرف پاؤں
پھیلانا یا پاؤں کی برابر رکھدینا انکا یہ حکم ہے کہ اگر حقارت اور سُبکی کی نظر سے کیا تو کفر ہی
ورنہ نہیں مترجم حق یہ ہی کہ کل امور کا نیت پر مدار ہی وہی کام کفر ہوتا ہی وہی کام اسلام
وہی کام ثواب اور وہی عذاب مثلاً قرآن شریف پر حقارت کی نظر سے بیٹھنا کفر ہی
اور بدون اُسکے معصیت ہی اور ضرورت میں نہ کفر ہے نہ معصیت بلکہ ضرورت میں اجازت
ہی اور ایک وقت ایسا ہی پیش آسکتا ہی کہ جسمیں سوائے اسکے کہ اُسپر چڑھکر بیٹھے کوئی
صورت مفر کی نہیں مثلاً ایک ظالم قرآن کی تحقیر اور اہانت کرنا چاہتا ہی یا ہماری پاس
پر ایا قرآن شریف امانت ہی اور وہ چھیننا چاہتا ہی تو اس صورتمیں جسطرح بن پڑے
قرآن کی حفاظت اور صیانت واجب ہوگی پس وہ عذاب کا کام اسوقت میں ثواب
ہو جائیگا اسی واسطے مصنف نے جلانے میں ضرورت کی قید لگائی ہی مگر مشہور و متعارف
یہ ہی کہ جلانا مطلقاً ممنوع و حقارت میں داخل ہی ورنہ بی بی عائشہ ام المومنین زوجہ
رسول حضرت خلیفہ سوم کو اس پر سرزنش نہ فرماتی اور اقتلوا خراق المصاحف
نہ کہتی کہ اُنھوں نے توہین کے قصد سے نہیں جلایا بلکہ صیانت کی نیت سے جلایا ہی
البتہ یہ کہا جاوے کہ وہاں کوئی ضرورت نہ تھی تو طعن درست ہوگا اس مسئلہ کی
تحقیق کا مقام دوسرا ہی یہاں اجمالاً عقائد کا مجلسی علیہ الرحمتہ نے ذکر فرمایا ہی لہذا
ہمنے بھی مجملاً تھوڑا سا ذکر کردیا پھر مجلسی فرماتے ہیں اور اسیطرح خانہ کعبہ کی تعظیم و تکریم واجب ہی
اور اوسکی حقارت کرنا یا ایسا کام کرنا جس سے بیت اللہ شریف کی سُبکی ہو کفر ہے
جیسے پناہ بخدا کوئی مردود جانکر اوسمیں پاخانہ پھرنے کی گستاخی کرے یا ایسا کلمہ

اُسکے جس سے اہانت ہو مترجم لیکن قصد کی بحث یہاں بھی پیش آویگی اور شرع کا مدار ظاہر پر ہے اور اسیطرح کتب حدیث کا حال ہی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کی احادیث ہوں یا ائمہ علیہم السلام کی ذیل کہ وہ بھی حقیقۃً احادیث رسول ہیں گو منہیں اسناد نہیں ہوئی اور بعض کتب احادیث کی اہانت دین اسلام سے خارج نہیں کرتی بلکہ دین امامیہ یعنی اثنا عشریہ سے خارج کردیگی ذیل جیسا کہ سینوں کا کتب شیعہ کی حقارت کرنا یا جلوانا یا دریا برد کرادینا جو اکثر واقع ہوتا رہتا ہی اسی پر محمول کیا جاتا ہی کہ اونکے نزدیک کتب دین نہیں تھی اور نہ آئمہ معصومین امام ہیں ورنہ سنیوں پر کفر عاید ہوتا مگر تعجب ہی کہ اونکے ساتھ آیات قرآن و حدیث رسول متفق علیہ فریقین بھی غرق ہو جاتی [illegible] ہوتے ہیں سے شادم کہ از رقیباں دامن کشاں گذشتے + گو مشت خاک ما هم برباد [illegible] پر عمل درآمد ہی جبراً اور اسیطرح واجب ہی ملائکہ کے وجود کا اعتقاد کرنا کہ بالضرور فرشتے موجود ہیں اور وہ اجسام لطیفہ ہیں اور بعض فرشتونکے پر و بازو بھی ہیں اور وہ اوترتے چڑھتے ہیں اور مشہور و معروف فرشتوں کا انکار کرنا جیسے جبرئیل و میکائیل و عزرائیل و اسرافیل وغیرہ یا اونکے مجسم ہونیکا انکار کرنا کفر ہے اور اونکی تعظیم و توقیر کرنا واجب ہی اور حقارت و اہانت کرنا اور برا کہنا یا وہ کلمہ کہنا جو اونکی شان کے خلاف ہو جو اونکی عبادت اور بقصد عبادت سجدہ کرنا غیر خدا کو مطلقاً یعنی کوئی کیوں نہو کفر ہی اور بغیر اس قصد کے سجدہ کرنے میں اختلاف ہی اور احوط ترک ہی کہ خدا کے سوا کسی رنگ و محترم شخص اور غیر کو تعظیماً سجدہ بلکہ رکوع بلکہ قیام سے بقول احوط درست نہیں ہی نبی ہو یا امام کعبہ ہو یا قرآن یہاں تک کہ سلاطین یا اوستاد یا والدین کے لئے سجود کی اجازت دیجاوے یہ سخت مشکل ہے مگر چونکہ تعظیم کے قصد سے سجدہ کرنا اختلافی تھا اس وجہ سے ملا علیہ الرحمۃ نے [illegible]

قصد عبادت کی قید لگا دی اور یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز میں حلول کرتا ہی اوتار
ہوتا ہی سماتا ہے جیسا کہ بعض صوفیہ اور غالی اور ہنود کا قول ہی اور یہ سمجھنا کہ خدا
کسی شئی کے ساتھ متحد اور ایک ہوسکتا ہی جیسا کہ صوفیہ اور غلاۃ کا قول ہی اور یہ کہنا
کہ اللہ تعالیٰ کے زوجہ اور اولاد ہے یا کوئی اوسکا خدائی میں شریک ہی جیسا کہ نصاریٰ
کہتے ہین اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے جسم ہی اور وہ کسی مکان میں اور جگہ میں ہی عرش
ہو یا فرش اور یہ کہ اوسکی کوئی صورت اور شکل ور قسم ہی یا اُسکے لئے جزو عضو ہی
کہ یہ سب باتیں جنکا اوپر بیان ہوا کفر ہیں اور جانو تم کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار ممکن نہیں
سر کی آنکھ سی نہ دنیا میں اُسکو دیکھ سکتے ہیں نہ عقبیٰ میں اور جو کلام اسپر دلالت کرتا ہی
وہ سب ماؤل ہین ذیل اونسی مراد ولکی آنکھ سے دیکھنا ہی دنیا میں دھندلی آنکھوں سی
عقبیٰ میں روشن آنکھوں سی دیکھیں گے جسطرح اور اون چیزوں کو دیکھتے ہیں
جو آنکھ اوجھل ہوتی ہیں اور رنگ و روپ ڈیل ڈول اور جگہ نہیں رکھتیں جسطرح
ہم رات دن معانی کو دیکھتے ہین بلکہ افعال کو دیکھتے ہیں کہ جسکی بابت ہم سچی گواہی
دیتے ہیں کہ مثلاً ہم نے زید کو مارتے دیکھا ہی انصاف سی کہو تم نے زید کی ہاتھ اور عمر
کی پشت کے سوا جسکو مارنا کہتے ہو وہ بھی کبھی آنکھوں سی دیکھا ہی یا دلسے ضرور
کہدو گے اگر غور کرو گے کہ نہیں نہیں ہم نے دلسی دیکھا ہی البتہ مارنے کے سامان
اور آلات کو بیشک آنکھوں سے دیکھا ہی بلا تشبیہ اسیطرح تم خدا کے دیدار کو کیوں
نہیں سمجھ لیتے یہ کیا ضرور ہے کہ دیکھنے سی وہی دیکھنا سمجھو جسطرح ماں باپ کا منہ
دیکھتے ہیں وجوہ یومئذٍ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ سی وہ دیکھنا کیوں نہیں سمجھتے
جو خدا کی شان اور تمہاری حقیقت اور حالت کے شایاں ہو مثل مشہور ہی چھوٹا منہ

بڑی بات اس تلچھٹ سے اللہ جل جلالہ کو دیکھنے کا حوصلہ یہ لن ترانیاں اللہ ہی کو
زیبا ہیں ھو یدرک الابصار ولا یدرکہ الابصار وھو اللطیف الخبیر
اور یہ بھی اعتقاد کرے کہ خدا کی ذات اور صفات کی حقیقت اور کنہ کو کوئی نہیں
پہنچا ذیل اور نہیں پہچان سکتا کہ وہ کیا ہے اور کیونکر ہے البتہ اوسکی قدرت کے آثار
دیکھکر یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ ایسا ایسا ہے عالم ہے قادر ہے اور یہ جانو کہ تعطیل اور کل
صفات کی نفی کا قائل ہونا کہ خدا میں کوئی صفت ہی نہین جیسا کہ اون لوگون
کے قول سے نکلتا ہے جو اشتراک لفظی کے قائل ہیں باطل ہے بلکہ واجب ہے خدا کے
لئے صفات کا ثابت کرنا اسطرح سے کہ کوئی نقص بھی لازم نہ آوے جیسا کہ ہمارا عقیدہ
ہے اور وہ عالم ہے لیکن نہ اسطرح سے جسطرح مخلوقات کو علم ہوتا ہے کہ اوسکا علم حادث
اور تازہ بات ہو یا اوسکا زوال ممکن ہو یا کسی صورت کے حدوث اور پیدا ہونیسے
ہو یا کسی آلہ کے ذریعہ سے ہو مثلاً آنکھ ناک کان ہاتھ پاؤں وغیرہ یا کسی سبب
اور علت سے ہو کہ دوسرے کا فعل ٹھیرے پس ہم نے خدا کے لئے صفات کو ثابت
کیا اور اون چیزونکو جن سے وہ ہم مخلوق سے مشابہ ہو جاتا اور ہمارے اندر جو صفات
نقص ہین اون سے ملجاتا اسی سبب سے انکار کیا مگر حقیقت اور کنہ خدا کے علم کا کچھ معلوم
نہوا اور جیسا کہ تو جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے ہر ممکن اور شدنی پر تترجم بلکہ شدنی
و ناشدنی پر گو ناشدنی اپنی ناقابلیت سے نہو سکے ؎ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ اور قدرت ہم میں ایک صفت زائد اور حادث ہے ذیل
یعنی ہم اور چیز ہیں اور یہ ہماری قدرت کسی کام پر ہو یہ اور چیز ہے کبھی ہے
کبھی نہیں اور یہی دوئی کی علامت ہے۔ اور سامان اور آلات سے ہم کرتے ہین بس

اون امور کو جو ہم مین اور ہماری قدرت کی لازمہ ہیں دور کیے یہ کہنا کہ خدا قادر
ہے اپنی ذات سے بدون کسی صفت زائد اور بدون کسی کیفیت جدید کو بغیر آلہ اور
اوزار او سامانکی بس ذات اوسکی جو بسیط محض ہی ہر شئے کے ایجاد میں کافی ہو اسیطرح
کہنا چاہیے کہ اللہ تعالی مرید ہی مگر ہمارا ارادہ چند امر سے مترتب ہوتا ہو اول اُس کام کا
تصور اور دہیان کرنا جسکے کرنیکا ارادہ ہو پھر اوسکے نفع و نقصان کو سوچنا پھر
آگے ہونے نہونیکا خیال کرنا کہ یہ نفع حاصل ہوگا بھی یا نہیں اکثر تردد ہی تردد بنا رہتا ہی
یہانتک کہ عزم ہوتا ہی یعنی پختہ ارادہ جسکو مستعد ہو جانا بھی کہتے ہین پھر ایک شوق
سا نفس میں اوسکی بابت پیدا ہوتا ہی جو اعضا اور جوارح کو حرکت دیتا ہی ہاتھ
پاؤں میٹھے وغیرہ کو ہلاتا ہی او سوقت جاکر کہین یہ فعل ہم سے صادر ہوتا ہی اللہ تعالی
کا ارادہ اِس قسم کا نہیں وہ نام ہے اوسکے علم قدیم ذاتی کا جو کسی شئی کی بابت ہو
مع اوسکے نفع نقصان کے علم کے پھر اسبات کا ایجاد کرنا اِس زمانہ میں جس میں مصلحت
ہو پس ارادۂ آلہی یا تو اِس ایجاد کا نام ہے جو صفات فعل سے ہے جیسا کہ احادیث
میں وارد ہوا ہی یا اوسکے اوس علم کا نام ہے جو اوسکو اِس فعل کے اصلح اور مصلحت
ہونیکا ہے جیسا کہ متکلمین کا مقولہ ہی ذیل مگر یہ متکلمین اوسکو کہاں سے لائے اگر عقل
سے لائے تو نقل تو خلاف اسکے وارد ہی اور اگر عقل سے لائے تو کیا عقل سی متکلم لوگ
ایسی جرأت کر سکتے ہیں اور اونکا قول خلاف نقل مان لیا جاتا ہی یا نہیں اِس
مقام پر بہت قیل وقال ہی مصنف علیہ الرحمۃ حق الیقین میں فرماتے ہیں کہ مکلف
کو اسی قدر کافی ہے کہ یقین کرے کہ خدا کے فعل اختیار اور ارادہ سے ہوتے ہیں
اون میں مجبور نہیں اور ایسا ہی حال ہی اسبات کا کہ وہ سمیع و بصیر ہے اور وہ سمیع

بصر جو ہمارا کمال ہے اوس سے مراد مسموعات اور مبصرات کا علم ہی باقی ان دونوں کا
آلات سمع و بصر سے ہونا مع اونکی کل شرائط کے وہ بوجہ ہماری عجز اور احتیاج کی
ہے کہ ہم ان الات کے محتاج ہیں لیکن حق تعالی میں پس سمع و بصر سے مراد یہ ہی کہ
اوسکو مسموعات اور مبصرات کا علم ہی ازلًا و ابدًا اپنی ذات بسیط کیوجہ سے بدون
کسی حدوث اور وجود کسی تازہ امر کے اور بغیر کسی آلہ کے اور بدون اس کی کہ کسی
شئے کا وجود شرط ہو کہ یہ سب امر نقصان کی علامت ہیں اسیطرح حیات ہم میں ایک
صفت زائدہ ہے جو حرکت اور حس کو مقتضی ہی اور حق تعالی میں حیات اسطرح پر
ثابت ہی کہ جسمیں کوئی نقص لازم نہیں آتا اسلئے کہ وہ اپنی ذات سے حی ہی خود
ذات سے سب افعال صادر ہوتے ہیں اور جمیع امور کو جانتا ہی پس اوسکی ذات
کا قایم مقام اون صفات اور آلات کی ہے جو ہم میں ہیں اور جو امر کہ حیات میں کمال و
خوبی ہے یعنی مدرک اور فعال ہونا وہ تو اللہ تعالی میں موجود ہیں اور جو چیز کہ حیات
میں نقص ہی یعنی کیفیات اور آلات کا محتاج ہونا اس سے اللہ تعالی منزہ ہی اسیطرح یہ
کہنا کہ وہ متکلم ہے اسکا حال ہے کلام ہمارے اندر حالات اور ادوات سے ہوتا ہی
اور حق تعالی کا کلام یہ ہے کہ صوت اور آواز کو جس کسی شئی میں چاہی ایجاد کرے
یا جس شئے پر چاہے حروف کو نقش کرے اور جس نفس ملکی یا نبی کے اندر یا اونکی غیر کے
دل میں چاہی القا کرے پس کلام کوئی ایسی شئی نہین ہی کہ اوسکی ذات میں قائم
ہو یا وہ اپنے کلام کرنے میں کسی آلہ کا مثل زبان وغیرہ کے محتاج ہو اور کلام ایک حادث
اور جدید چیز ہے اور صفات فعل سے ہے وہ امر جو کمال ذاتی ہے وہ اوسکی قدرت
ہے ایجاد کلام پر یا اوسکا علم ہی اوسکی مدلولات پر اور یہ دونوں قدیم ہیں اوسکی صفات

عین ذات اوس کی ذات سے جدا گانہ امر نہیں یہی حال خدا کی کل صفات کا
ہے پس نہ خدا سے صفات کا نفی کرنا چاہیے اور نہ ایسی چیز کا اقرار کرنا چاہیے جو
موجب عجز و نقصان کو ہو پھر جاننا چاہیے کہ حق تعالی صادق ہے کذب اوسپر
جائز نہیں ذیل محال ہے کہ وہ جھوٹ بولے نہ خدا جاہل ہے نہ مجبور ہے نہ محتاج نہ
سفیہ پس خلاف واقع کلام اوس سے کیوں کر صادر ہو صدور کذب اوس
قادر مطلق علیم و حکیم سے محال ہے محال ہے اور یہ بحث کہ قدرت ہے یا نہیں جیسا کہ
فی زماننا اہل سنت میں بعض لوگ امکان کذب کا دعوی کر رہے ہیں بعض اتباع
کا فضول امر ہے اتنا جاننا کافی ہے کہ اللہ تعالی صادق ہے کاذب نہیں ازل سے
ابد تک نہ جھوٹ بولا نہ بولیگا کمال یہی ہے کہ قدرت ہو اور نکرے اور مجبوری سے
سچ بولا تو کیا بولا پھر ضرور ہے اسبات کا اعتقاد کرنا کہ عالم حادث ہے یعنی ماسوی اللہ
یعنی جو کچھ بھی اللہ کے سوا ہے اوسکا زمانہ وجود کا ازل مین ایک حد پر منتہی ہے اور قطع
ہوتا ہے نہ جیسا کہ ملحد اور دہریہ کہتے ہیں کہ عالم کا حدوث ذاتی ہے زمانی نہیں ان جو
معنے ہم نے تم سے بیان کیے ہیں کہ عالم کا ایک شروع ہے اسپر تمام آدمیوں کا جو کوئی کچھ
مذہب رکھتے ہیں اتفاق و اجماع ہے اور احادیث متواتر کثرت سے اس باب میں
وارد ہیں اور یہ کہنا کہ عالم قدیم ہے اور عقول قدیم ہیں اور ہیولی یعنی مادہ قدیم
ہے جیسا کہ حکما کا عقیدہ ہے کفر ہے پھر جاننا چاہیے کہ جو چیز ضروری دین ہو جسکو
ہر ایک مسلمان کا بچہ بچہ بھی جانتا ہے شاذ و نادر کوئی ناواقف ہو وہ دوسرے
بات ہے ایسی بات کا انکار کرنا کفر ہے اوس کا منکر مستحق قتل ہونیکا ہے اور ایسی باتیں
بہت ہیں جیسے پنجوقتی نماز کا واجب ہونا اور اوسکی رکعتوں کے گننے اور وقت انکی

اور نماز میں رکوع اور سجدہ کا ہونا بلکہ تکبیرۃ الاحرام اور قیام اور قرأت بھی علی الاظہر
اسی میں داخل ہے اور نماز میں مجملاً اور عام طور پر سوائے کسی خاص حالت کی طہارت کا
شرط ہونا اور غسل جنابت اور غسل حیض و نفاس کا واجب ہونا علی الاظہر بلکہ بول و
غایط اور ریح کا ناقض وضو ہونا ایک راہ سے اور غسل میت اور نماز جنازہ کا وجب
ہونا اور مردوں کا دفن کرنا اور زکواۃ کا واجب ہونا اور ماہ رمضان کی روزونکا
واجب ہونا اور یہ کہ اکل و شرب و جماع کرنا مرد و عورت کے روزے کو بگاڑتی ہین
اور حج کا واجب ہونا اور یہ کہ اسمیں طواف ہوتا ہے بلکہ صفا و مروہ کی سعی اور احرام
اور وقوف عرفات اور مشعر الحرام بلکہ قربانی اور سر منڈانا اور رمی جمرات مجملاً قطع نظر
اس سے کہ واجب ہیں یا سنت ایک احتمال پر اور جہاد کا واجب ہونا فی الجملہ علی الاظہر
اور نماز میں جماعت کا افضل ہونا اور مساکین کو خیرات دینا اور علم اور اہل علم کی فضیلت
اور صدق نافع کا افضل ہونا اور کذب غیر نافع کا مرجوع ہونا اور زنا اور لواطہ اور شراب خواری
کی حرمت نہ نبیذ کی اس لئے کہ اوسکی حرمت پر کل مسلمانوں کا اجماع نہیں ہے ذیل بلکہ
محض ہمارے مذہب میں حرام ہے اور شاید کسی اور فرقہ کے نزدیک بھی حرام ہو اور یہی حال
لف حریر کے مسئلہ کا ہے کہ اوسکی حرمت پر بھی تمام مسلمانوں کا اجماع معلوم نہیں ہونا
کہ ضروری دین میں شمار ہو ناں ہمارے مذہب میں قطعاً حرام ہے تو ضروری مذہب میں داخل
ہوگا اسیواسطے مصنف علیہ الرحمۃ نے حق الیقین میں ضروریات دین کے بعد ضروریات مذہب
کے ذکر میں فرماتے ہیں وحرمت وطی محارم بالف فکر بحریر احتمالی یعنی لف حریر کا حرام ہونا
ایک احتمال کے یعنی اگر فرض کیا جائے اس بنا پر کہ کوئی امام اہل سنت کا اسکے جواز کا قائل ہے اور دوسرے
احتمال کے موافق یعنی اگر فرض کیا جاوے کہ کوئی فرقہ اسکے جواز کا قائل نہین ہے

کہ شیعہ ائمہ کو خلاف قرآن عالم الغیب جانتے ہیں ماکان ومایکون کا عالم لکھتے ہیں عالم الغیب
وہ ہی جو بلا کسی کی تعلیم کے خود اپنی ذات سے جانے اور اسپر بھی یہ امر ہے کہ جمیع کا لفظ
نہیں ہے کہ کل ماکان اور جمیع مایکون کو جانتے ہیں بلکہ قضیہ مہملہ ہے جو جزیہ کی قوت
میں ہوتا ہے یعنی جزوی اخبار گذشتہ و آیندہ کا اونکو علم ہے اور روز قیامت کی لفظ
سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جتنا تبلیغ و تعلیم اور ہدایت امت سے متعلق ہے اُسقدر
جانتے ہیں خود ائمہ کا یہ ارشاد کہ لا علم لنا الا ما علمتنا اسپر گواہ ہے بلکہ خود مصنف
کا کلام بطور عطف تفسیری اسی ابہام کی تفسیر و تشریح میں فرماتے ہیں اور یہ کہ اونکے
پاس ہیں آثار انبیا اور اونکی کتب مثل توراۃ و انجیل و زبور اور صحف آدم اور صحف
ابراہیم و شیث و عصائے موسیٰ اور خاتم سلیمان اور قمیص ابراہیم اور تابوت سکینہ
اور الواح موسے اور غیر اسکے تبرکات انبیا ذیل ان چیزوں کے ہونیکے دو معنی
ہیں ایک یہ کہ خود یہ اشیاء اون حضرات کے پاس ہوں اسکا بھی کوئی تعجب نہیں
جب بائبل عیسائیوں اور موسائیوں کے پاس ہے تو اگر صحیح اور تحریف سے محفوظ کتب
اور صحف سے ہمارے حضرت کو اطلاع دی گئی ہو تحریرًا یا تقریرًا تو کیا بڑی بات ہے
اسی پر عصا اور خاتم و قمیص وغیرہ سمجھو کیا اسوقت لوگوں کے یہاں رسول خدا کی
جبہ بال اور قرآن خط کوفی وغیرہ تبرکات نہیں ہے یہ بھی کچھ جائے تعجب نہین
ہے بلکہ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اون کے دشمن بھی جانتے تھے کہ یہ حضرات
وارث علوم اولین و آخرین ہیں خاتم الانبیاء والمرسلین بحکم رب العالمین نے یہ
شرف اپنے اہل بیت کو ہی دیا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ چیزیں معنوی طور پر
موجود ہوں یعنی نتیجہ مقصود ہو واللہ جو کام موسے خاص عصا سے اور سلیمان خاص خاتم

خاتم سے لیتے تھے وہی باتیں یہ حضرات ہر عصا و خاتم سے بلکہ بلا آنکے دکھا سکتے تھی اور کر دکھایا پس ان چیزوں کا ہونا ہونا بنا بر احتمال ثانی بنظر اظہار کمال حق آثار جاہ جلال ہوگا اور بنا بر احتمال اوّل اظہار وراثت و جانشینی خاتم المرسلین ہی جو وارث علوم اولین و آخرین تھے بہرحال اس سے انکار و استعجاب وہی لوگ کرتے ہیں جو ائمہ کے حالات اور شان اور مقامات سے نابلد ہیں مشایخ صوفیہ سے پوچھئے کہ وہ کیا تھے اور کیسے تھے اور اولیاء اللہ سے دریافت کیجئے کہ خرقۂ ولایت و کرامت بسوال خدائی کسکو کرامت کیا ہی تم آثار انبیاء کے ہونے پر تعجب کرتے ہیں شمس الحق تبریز صفات انبیاء کیا ذوات انبیاء سے متحد جانتا ہی ~~ افتخار ہر نبی و ہر ولی تو مثنوی معنوی میں مولوی روم کا افتخار ہی کیا دلائل النبوۃ اور شواہد النبوۃ وغیرہ کو نہیں پڑھا کیا اون حضرات کے معجزات و کرامات مدارج النبوۃ کو ثابت نہین کرتے تلک شجرۃ طیبۃ اصلها ثابت و فرعها فی السماء یقین کرنا چاہئے کہ ان حضرات میں سے جس بزرگ نے جہاد کیا اوسکا جہاد کرنا اور جو خانہ نشین رہا اوسکی خانہ نشینی اور ساکت کا سکوت اور ناطق کا نطق بلکہ اقوال اور افعال اونکے اور جمیع احوال اللہ جل جلالہ کے امر و نہی کے موافق و مطابق ہوتے تھے اور اعتقاد کرنا چاہئے کہ جو کچھ اللہ نے جناب پیغمبر خدا کو تعلیم کیا تھا وہ سب انہوں نے علی مرتضیٰ کو تعلیم کیا اسی طرح ہر اک لاحق اپنے سابق کے علم کو جانتا ہی وقت اپنی امامت کے ذیل سیاق عبارت مقتضی تھا کہ یوں فرماتے کہ اسی طرح ہر ایک سابق اپنے لاحق کو تعلیم کرتا رہا تبدیل عبارت محض تسامح سے ہوئی یا تفنن عبارت کی راہ سے اور محتمل ہے کہ اس فرق کی وجہ یہ ہو کہ طریق علم امام لاحق تعلیم سابق کے سوا اور بھی ہی مگر علم سابق لاحق کو ضرور حاصل ہوتا ہی اور اعتقاد کرنا

چاہئے کہ ائمہ رائے اور اجتہاد سے نہیں فرماتے تھے بلکہ جمیع احکام کو اللہ کی جانب سے
جانتے تھے اور جس چیز کا اونسے سوال کیا جاتا اوس سے جاہل نہ تھے اور جمیع زبانوں
کو جانتے تھے اور تمام آدمیون کے حال سے واقف تھے کہ مومن ہی یا کافر اور اونپر اس
امت کو عمل روزانہ عرض کئے جاتے ہیں کیا ابرار کیا فجار اور یہ عقیدہ مت رکھ کہ اون
حضرات نے بحکم خدا عالم کو پیدا کیا ہی کہ صحیح حدیثوں میں اسبات کی کتنی ممانعت فرمائی
ہی اور شیخ برسی نے جو کچھ ضعیف احادیث سے نقل کیا ہی اوسکا اعتبار نہیں ہی اور اُن
حضرات پر سہو و نسیان بھی روا نہیں اور جو حدیثیں ایسی ہیں وہ تقیہ پر محمول ہیں
یعنی امام نے تقیہ فرمایا ہی خواہ کسی سنی کے ہونیکی وجہ سے یا اپنے یا مومن کے حفظ جان
و مال کی غرض سے یا اوسکے خذلان و اضلال میں ثابت ہونیکی وجہ سے یا کسی اور
مصلحت دینی اور دنیاوی سے کہ ہر شخص کو تقیہ یعنی بچاؤ کرنا واجب و لازم ہی نبی ہو یا
امام یا امت و رعیت کہ بلا ضرورت شرعی جان دینا حرام موت مرنا ہی یہی وجہ ہے کہ
ہر ایک معصوم نے مقدور بھر حفظ جان میں پوری سعی فرمائی ہی حالانکہ ائمہ کا تقیہ کرنا
یعنی مصلحت وقت کے موافق دیکھ بھال کر کلام فرمانا اکثر بغرض حفاظت جان شیعیان
ہی ہوتا تھا اپنے نفوس کے لئے نہوتا تھا حق یہ ہی کہ ائمہ تقیہ نکرتے تھے تقیہ کرو اور تقیہ
تقیہ سکھاتے تھے جس طرح باپ اولاد کو ذرا ذرا سی چیز سے ڈر ڈر کر ڈرنا سکھایا کرتا ہی
کہ مبادا جہالت سے جرأت کر کے کسی مہلکہ میں گر پڑے گویا مقامات حفظ جان کو تعلیم فرماتے تھے
المقصود مصنف فرماتے ہیں اور واجب ہی معراج کے ہونیکا اقرار کرنا اور اسبات کا
کہ وہ حضرت جسم مبارک سے تشریف لیگئے اور آسمانون سے تجاوز کر گئے حکمای فلسفہ
کے شبہات پر کان نہ لگانا چاہئے جو خرق و التیام افلاک کی انکار میں وہ لاتے ہیں سب وہ

واہی اور ضعیف ہیں اور معراج ضروریات دین سے ہے اسکا انکار کرنا کفر ہے اور ضروری ہے
کہ انسان مقام تسلیم میں رہے یعنی جو کچھ اون حضرات سے پہنچا ہے اوسکو تسلیم کیا کرے اگر ہماری
فہم و ادراک وہاں تک پہنچ سکے اور تمہاری عقل میں وہ بات آجاوے تو تفصیلی ایمان
لاؤ اور جب نہ پہنچیں تو اجمالاً ایمان لاؤ اور تفصیلی علم اوسکا اون حضرات پر چھوڑ دو
اور کچھ کمی بیشی کو اوس میں [illegible] اپنی ضعف عقل کی وجہ سے انکار مت کیجیو شاید وہ
کلام انہیں حضرات کا ہو اور وجہ فہم کے تردید کرنا ہو تو خدا کے عرش کی تکذیب ٹھہریگی
چنانچہ حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا اور جانو تم کہ علوم اون حضرات کے عجیب ہیں
اور طور اون کے غریب ہیں ہماری عقل وہاں تک نہیں پہنچ سکتی اور تجکو جائز نہیں
کہ جو کچھ اون سے پہنچا ہے اوس میں کسی کا رد کرے پھر واضح ہو کہ واجب ہے اقرار کرنا
کہ جناب رسول خدا اور ائمہ ہدیٰ علیہم السلام ہر نیک و بد مومن و کافر کے نزع کے وقت
تشریف لاتے ہیں پس مومنین کو نفع پہنچاتے ہیں شفیع بنتے ہیں تسہیل سکرات موت
کے باب میں استغاثہ کرتے ہیں اور منافقین اور دشمنان اہلبیت کے لیے سختی کی
فرمایش کرتے ہیں حدیث میں وارد ہوا ہے کہ موت کے وقت مومن کی آنکھ سے جو پانی
بہتا ہے وہ اوس فرح اور سرور کی شدت سے ہے جو کہ رسول خدا اور ائمہ ہدیٰ کی
زیارت سے مومن کو حاصل ہوتا ہے اور اسکا اقرار اسیطرح مجملاً واجب ہے زیادہ تفکر اور
خوض اوسکی کیفیت اور طریق میں ضرور نہیں کہ آیا اصلی اجسام سے آتے ہیں یا جسد
مثالی سے یا اسکے سوا کسی اور طرح اور جائز نہیں کہ تاویل کرو کہ مراد اونکے آنے سے
یہ ہے کہ اونکو علم ہوتا ہے یا اونکی صورت ہمارے قوی خیال میں نقش ہو جاتی کہ یہ ما
ثبت فی الذہن میں تحریف کرنا ہے یعنے جو دین کی بات ہے اوسکو بدلنا اور عقائد

مومنین کو خراب کرنا اور واجب ہی ایمان لانا اسبات پر کہ بدن سی مفارقت کے بعد روح
باقی رہتی ہے اور اسی صورت کی ایک اور جسم میں جنازہ کے ساتھ رہتی ہی اور اپنی جنازہ
کے ساتھ جانے والوں کو پہچانتے ہی پس اگر مومن ہے تو اونکو قسم دیتا ہی کہ جلد چلو
کہ خدا نی جو رفیع درجہ اور اعظم نعمتیں اوسکے لئے مہیا کر رکھی ہیں اوس پر فائز ہوا ور منافق
کی روح ساتھیونکو قسم دیتی ہی کہ جلدی نکرو اون عذابوں کے خوف سی جو اسکے لئے مہیا
ہوئے ہیں اسی طرح سے غسل کے وقت غسال کے ساتھ اور کروٹ دیتے اور ساتھ جانی
والوں کے ساتھ خطاب کرتی ہی یہانتک کہ اپنی قبر میں مدفون کیا جاوے اور ساتھی
واپس ہوئیں پس روح اصلی بدن میں داخل ہوتی ہی اوسوقت دو فرشتہ منکر و نکیر آتے ہیں
اگر مردہ گناہ گار ہی تو بڑی مہیب شکل سے اور اگر ابرار ہی تو مبشر و بشیر ہو کر ایک خوبصورت
شکل سے آتے ہیں پس اوسکے عقائد کو پوچھتے ہیں اور کس کس امام کا معتقد ہی ایک ایک
کو نام بنام پوچھتے ہیں پس اگر ایک نام بھی نہ بتا سکے تو اوسکو آتشیں گرزون سی مارتے
ہیں کہ تمام قبر آگ سی پر ہو جاتی ہے قیامت تک کے لئے اور اگر ٹھیک ٹھیک جواب
سوال دئے تو کرامت خدا کی بشارت دیتے ہیں اور اوس کہتے ہیں کہ دولہا کی طرح قریر العین
یعنی ٹھنڈی آنکھوں سو خبردار خبردار اے بندہ مومن ایسا نہو کہ تو اُن فرشتوں کی آمد
اون کے سوال اور جواب کی تاویل کرنے لگے کہ اس سے یہ مراد ہی اور یہ مراد ہی کہ اونکا آنا ضروریات
دین سے ہے خبردار ملحدوں کی تاویلات کی جانب کان نہ لگانا جو وہ بیدین جمیع
ملایک کی بابت کہتے ہیں اور اون سے عقول عشرہ اور نفوس فلکیہ مراد ٹھیراتے
ہیں کہ اس معاملہ میں آیات کثیرہ اور احادیث متواترہ وارد ہیں کہ ملایک اجسام لطیفہ
ہیں مختلف اشکال پر شکل بدلنے پر قادر ہیں اور رسولخدا اور ائمہ ہدیٰ ملایک کو

دیکھتے تھے اور فرشتہ بازو رکھتے ہیں دو دو تین تین چار چار اور تمام مخلوق میں
فرشتہ زیادہ ہیں اور کل مخلوق سے بڑے ہیں اور بہت سی احادیث ہر ایک امام
سے اونکی کیفیت اور عظمت اور عجایب خلقت اور عادت اور شغل اور طور کی باب میں
وارد ہیں اور واجب ہے اعتقاد کرنا کہ آسمان ایک ایک ملا ہوا نہیں ہے جیساکہ یونانی
کہتے ہیں بلکہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک پانسو برس کی راہ کا فاصلہ ہے
اور بیچ کا فضا اور میدان ملایک سے پر ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ جیبہ بھر جگہ آسمان
میں ایسی نہیں جہاں کوئی فرشتہ اللہ کی تسبیح اور تقدیس کرنیوالا نہو اور واجب
ہے اعتقاد کرنا کہ کل فرشتہ گناہوں سے معصوم ہیں اور یہ جو عوام الناس میں
مشہور ہے اور کتب تاریخ اور تفاسیر میں ہے جسکو شیعہ نے اہلسنت کی کتب سے لیا ہے
اور انہوں نے یہود کی تاریخ سے سیکھا ہے قصہ ہاروت و ماروت کا اور تخطیہ اور
خطا وارد ہونا نبیوں کا ہماری احادیث میں اوسکی تردید وارد ہے اور اون آیات
کی ایسی تفسیر جو نہ متضمن انبیا اور ملایک کے فسق کو ہو نہ خطا کو اور جو منقول ہو
اوسکے بیان کی اس رسالہ میں گنجایش نہیں ہے پھر جاننا چاہئے کہ لازم ہے ایمان
اور یقین لانا عذاب و فشار قبر پر فی الجملہ باقی یہ کہ وہ عام ہے کل آدمیوں کے
واسطے یا کامل مومنین کے سوا اور لوگوں سے مخصوص ہے بہت سی احادیث سے
پچھلا احتمال پایا جاتا ہے یعنی کامل مومنین کے لئے فشار قبر نہو گا ذیل یا ہوگا مگر
معلوم نہوگا جیسے کوئی دوست دوست کو پیار سے دباتا ہے یہ صورت ہوگی
پس احادیث میں اختلاف نہیں اور واجب ہے ایمان لانا اسبات پر کہ فشار قبر
اصلی بدن کو ہوگا جسد مثالی کو نہیں بعد سوال و جواب اور فشار قبر کے جسد مثالی

میں منتقل ہونگے پس کبھی تو اپنی قبور پر ہونگے آنے جانے والونکو اپنی قبر کے قریب دیکھینگے اور اون سے مانوس ہونگے اور اون کی زیارت سے نفع پاوینگے اگر مومن ہونگے تو اور کبھی وادی السلام کیطرف منتقل کئے جاوینگے اور وہ نجف اشرف کا میدان ہے اور کبھی بہشت دنیا کی جانب منتقل ہونگے اور اوسکی نعمتوں سے متنعم ہونگے جیسا اور اوسکی میووںسے کہاتے ہیں اور اوسکی نہروں سے پیتے ہیں جیسا کہ خدا تعالی فرماتا ہی ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون فرحین بما اتھم اللہ من فضلہ یعنی مت گمان کر اون کو جو راہ خدا میں کام آے مردہ وہ تو زندہ ہیں اپنے پروردگار کے نزدیک اونکو رزق دیا جاتا ہے جو خدا نے اپنے فضل سے اونکو عطا کیا ہے اوس پر خوش ہیں اور اگر کافر ہی یا معاند اہل بیت ہی تو اونکو دوزخ دنیا کی طرف لیجاتے ہیں اور قیامت تک وہاں معذب رہینگے اور اگر مستضعف اور ضعیف الاعتقاد لوگ ہوں گے تو بس ظاہر مضمون بعض احادیث کا یہ ہی کہ اونکو روز قیامت تک مہلت دی جائیگی نہ عذاب ہوگا نہ ثواب اور واجب ہی اعتقاد کرنا کہ دنیا میں دوزخ اور بہشت دونوں ہیں علاوہ جنت الخلد اور نار الخلد کے جس میں ہمیشہ رہینگے بلکہ حدیث میں امام رضا سے مروی ہے کہ حضرت آدم والی جنت بھی دنیا ہی میں تھی جنت خلد مراد نہیں ہی اور بہشت و دوزخ کا اوسی طرح اعتقاد کرنا چاہی جسطرح شرع سے معلوم ہوتا ہی اوسکی یہ تاویل کرنا کہ بہشت سے مراد علوم حق ہی اور دوزخ سے مراد علوم باطل ہی یا بہشت اخلاق حمیدہ اور دوزخ انکو ہیدہ سے مراد ہی کفر ہی اور الحاد بلکہ واجب ہی اعتقاد کرنا کہ وہ دونو بالفعل موجود ہیں نہ یہ کہ وہ آئیندہ پیدا ہوں گے جناب امام رضا

فرماتے ہیں جو اسکو نہ مانے وہ آیاتِ قرآن کا منکر ہے اور نبی کی معراج کا قائل نہیں
ذیل آیاتِ قرآن میں اونکے وجود کا دعویٰ ہے اور معراج کے اندر بہشت کی
سیر کرنا متواترات سے ہے اور جو قرآن اور معراج کا منکر ہے وہ کافر ہے اور واجب ہے
ایمان لانا رجعت پر کہ یہ خاص شیعہ مذہب کی خصائص سے ہے ائمہ سے اس کا ثبوت
کتبِ شیعہ اور سنی میں ثابت ہوتا ہے اور ان حضرات سے منقول ہے کہ جو شخص ہماری
دوبارہ دنیا میں آنیکا یقین نکرے وہ ہم سے جدا ہے اور احادیث سے جو بات معلوم ہوتی ہے
ہے یعنی رجعت کی بابت وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت قائم آلِ محمد کے عہد میں اور
اوس سے قبل ایک جماعت مومنین کو محشور فرمائیگا تاکہ اونکی آنکھیں اپنی ائمہ اور
اونکی دولت وسلطنت کو دیکھکر ٹھنڈی ہوں اور ایک جماعت کو کفار اور منافقین
سے دنیاوی انتقام کی غرض سے لیکن جو لوگ فریقین میں ضعیف المذہب ہیں
اون کے لئے رجعت نہیں الاقیامت کبریٰ میں ذیل پس رجعت عام رجعت نہیں
بلکہ خاص رجعت ہے باقی ائمہ کا بلحاظ اسکا یہ حال ہے کہ بہت سی احادیث فقط جناب
امیر المومنین کی رجعت پر دلالت کرتی ہیں بہت سی حدیثیں امام حسین علیہ السلام
کی رجعت پر بعض احادیث رسولِ خدا کی رجعت پر اور تمام ائمہ علیہم السلام کی
رجعت پر باقی یہ امر کہ قائم علیہ السلام کے عہد دولت میں ان بزرگواروں کا آنا
ہوگا یا اوس سے قبل یا بعد اوسکے اس بات کے فیصلہ کرنے میں احادیث مختلف ہیں
پس واجب یہ ہے کہ بعض امت اور ائمہ علیہم السلام کی رجعت کا مجملاً اعتقاد کریں
باقی تفصیلی علم جو پہنچا ہے اوسکو انہیں کی اوپر چھوڑ دے یعنی نہ اقرار کرے نہ انکار ذیل
اور اون احادیث کو جو اس باب میں وارد ہیں ہم نے کتاب بحار الانوار میں جمع کیا ہے

اور ایک رسالہ رجعت کے باب میں علیحدہ بھی لکھا ہے ذیل جو رسالہ رجعت کے نام سے
مشہور و معروف ہے اور واجب ہے اعتقاد کرنا کہ اللہ تعالی قیامت کو کل آدمیوں کو
حشر فرمائیگا یعنے قبروں سے اُٹھائیگا اور اونکی اصلی روحیں بدنوں میں داخل کیجاوینگی
اور اس کا انکار یا ایسی تاویلات چھانٹنا جس سے انکی ظاہری صورت کا انکار نکلے
جیسا کہ فی زمانہ بعض ملحدوں سے سنا جاتا ہے کفر و الحاد ہے اجماعًا اور اس زمانہ میں
ملا علیہ الرحمۃ کے زمانہ سے بھی زیادہ اسکا چرچا ہے وہ لوگ تاویل کرتے تھے اصل عقاید کا انکار
تو نکرتے تھے ہمارے اس زمانہ والے نیچری اور انگریزی خوان تو اصل عقائد کے
منکر ہیں تاویل چہ معنی اللھم احفظنا حالانکہ بہت سا حصہ قرآن شریف کا اسی کے اثبات
میں آیا ہے اور اوسکے منکرین کے کفر میں وارد ہے اس باب میں فلاسفہ کے شبہہ
کیطرف وہیان نکرنا چاہیے کہ اعادہ معدوم کا محال ہے آیات و احادیث کو وہ
معاد روحانی سے تاویل کرتے ہیں یعنی روحوں کا حشر ہوگا ذیل جو خالق ہے مثل اول
ہماری پہلی خلقت پر قادر ہے وہ دوبارہ بھی ہماری ذرات متفرقہ کو جا بجا سے
جمع کر سکتا ہے کچھ دشوار نہیں اور وہ ہماری صورت جو اب ہے بعد فنا و عدم کے اسکا
دوبارہ پیدا کرنا دشوار نہیں وہی سانچہ ہو بہو اوسکے پاس موجود ہے اسی مادہ کو
اسی صورت میں اپنے علم قدیم کے قالب اور سانچہ کے موافق ڈہالدیگا مثل اوس
روپیہ کے جسکو گلا کر دوبارہ اسکے پہلے قالب میں ڈہالا جاوے جسکو ہر اک عاقل اور عالم
واقف کار وہی روپیہ بتلاتا ہے اور اوسکے چلن میں اور دار و گیر میں کچھ فرق
نہیں آتا دیکھو ہزاروں معدوم محض کو ہم آج اپنے حافظہ میں لئے ہوئے ہیں ہماری
تحریرات کے ذریعہ سے وہ موجود ہیں اگر نہیں ہیں تو کسیکا کلام اور پیغام وسلام

دوسرے تک پہنچنا جسکی دنیا معتقد ہو غلط ہوگا کوئی حاکم حاکم رہیگا نہ محکوم محکوم سب کارخانہ
عالم کا درہم و برہم ہوجائیگا منہ سے نکلنے پر حرف کا وجود باقی نہیں رہتا پس نہ قرآن
خدا کا کلام رہیگا نہ گلستاں سعدی کی نہ قانون انگریزی غرض کوئی نقل مطابق اصل
نہو گی کسی نقل سے اصل کا برتاؤ آپ کی رائے کے موافق انصاف نہو گا شاید عقد
کے بعد آپ کو اپنی زوجہ کے پاس جانا بھی درست نہیگا فلسفی خیال کے مطابق
کہہ سکتے ہیں جس سے عقد ہوا ہے تم وہ نہیں رہے فرق اعتباری ہوگیا ہے اور
حقیقۃً تم وہ کہاں ہو جو اپنے ماں کے شکم سے پیدا ہوئے تھے بدل ما یتحلل کے ذریعہ
سے ذرہ ذرہ تمام جسم سے نکلکر نئے ذرّوں سے تمہارا بدن بن گیا ہے پس کہو آپ کو
ہم آپکے باپ کا بیٹا کہتے ہیں کیا یہ ہمارا عقیدہ درست نہیں ہے جب با وجود اسقدر تبدیل
اور تغیرات کے آپ ابتک وہی آدمی ہیں تو کیا قیامت کو بعد اعادۂ قادر مطلق
کے آپ وہ وہ نہیں گے ضرور رہیں گے ضرور آپ وہی کھلاویں گے جو آج کہلاتے
ہیں کچھ فرق نہوگا پس اس بدن میں جو گنہ ثواب کیا ہے قیامت کے بعد وہ اسی
بدن کو ہوگا نہ دوسرے کو اور جسطرح بدن کا اعادہ عدم کے بعد ممکن ہونا حق ہے
اسیطرح واجب ہے اعتقاد کرنا کہ حساب کتاب برحق ہے اور نامۂ اعمال دہنے بائیں
سے اُوڑ اُوڑ کر دئے جاوینگے اور اللہ تعالیٰ نے ہر ایک انسان پر دو فرشتہ تعینات
کر رکھے ہیں ایک انسان کے دہنے پر اور دوسرا بائیں پر دہنی جانب کا فرشتہ
نیکی کو لکھتا ہے اور بائیں طرف والا بدی کو پس دن کو دن کے فرشتے دنکا عمل
لکھتے ہیں اور دن تمام ہونے پر وہ آسمان کو چڑھ جاتے ہیں اور دو فرشتے
اور آتے ہیں جو رات کا عمل لکھتے ہیں اور خبردار جیسا کہ آج کل سُنا جاتا ہے وہ تاویل

انکار ناکہ وہ کفر ہے اور واجب ہے شفاعت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ پر ایمان لانا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مطیعوں سے جو ثواب کا وعدہ کیا ہی اوس میں خلاف وعدہ نہوگا البتہ دھمکی اور وعید میں خلف ممکن ہی اور وہ جھوٹ بولنا نہیں کہلاتا اسطرح پر کہ حق تعالیٰ گنہگار مومنین کے گناہوں کو بخشدے بدوں توبہ بھی کہ آیات قرآن اسپر ناطق ہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ توبہ کو اپنے وعدہ کے موافق قبول فرماتا ہے اور یہ کہ کفار اور معاندین اہل خلاف میں سے ہمیشہ دوزخمیں رہینگے اور مستضعف لوگ اہل خلاف میں سے مرجون لامر اللہ ہیں یعنے امید ہی کہ حق تعالیٰ اون کو بخشدے اور نجات دے آتش دوزخ سے اپنے فضل وکرم سے اور مستضعفین سے مراد وہ لوگ ہیں جو ضعیف العقل ہیں اور انہیں بعضے ایسے ہیں جنکی عقلیں عورتوں اور بچونکی برابر ہوتی ہیں اور وہ لوگ ہیں جنپر حجت جیسا کہ چاہیے تمام نہیں ہوئی ذیل جیسا کہ جزائر کے رہنے والے جنکو بعثت کی فرض کریں خبر ہی نہیں ہوئی اور یہ بات ہی کہ مومن داخل بہشت ہونگے اور ہمیشہ اوسی میں رہینگے یا تو بلا عذاب داخل ہو جاوینگے یا بعد عذاب بھگتنے کے خواہ عالم برزخ میں بھگتیں یا دوزخ میں اپنے اپنے اعمال کی موافق جو بھی کچھ ہوں اور جاننا چاہیے کہ شفاعت مومنوں سے مخصوص ہی دوسری فرقوں کو اونکی وجہ سے نہیں پہنچ سکتی ذیل جیسا کہ بعض اخبار احادیث وارد ہی کہ جس جس کا کوئی حق کسی مومن کے ذمہ ہوگا یا کچھ تعلق ہوگا برعایت اوس مومن کے وہ مخالف بھی بخشا جائیگا اگر یہ صحیح ہو تو داخل شفاعت نہیں بلکہ ابراء ذمہ مومن ہی اسی وجہ سے معصوم نے فرمایا ہی کہ غیروں کے حقوق اپنی گردن پر لیکر ہماری پاس نہ آنا اور جاننا چاہیے کہ حبط اعمال اور تکفیر دونوں امر ثابت ہیں میرے نزدیک اپنے بعض معانی کی

کے موافق ذیل مراد ان معانی سے شاید یہ ہی کہ اگر تائب ہوا یا کافر ہو گیا تو پہلی اعمال کا
صلہ نہ ملیگا اور توبہ کے بعد اعمال سابقہ کی سزا نہ دی جائیگی اور کبائر سے اجتناب
کرنے پر صغائر معاف ہو جاوینگے اور وجہ اس عقیدہ کی مصنف فرماتے ہیں او آیات جو
اوسپر دلالت کرتی ہیں اون کا احصا و ضبط نہیں ہو سکتا اور احادیث و اخبار
لا انتہا ہیں اور جو دلائل عقلی اونکے انکار پر قائم کی گئی ہیں سب ضعیف ہیں جیسا کہ
اوس شخص پر جو اون میں تدبر کریگا پوشیدہ نہوگا پھر لابد ہی ایمان لانا اون
کل مضامین کا جو زبان شرع پر وارد ہوئے ہیں جیسے پل صراط اور میزان اور کل
حالات قیامت اور اوسکے ہول اور دہشت اور ان میں سے کسی کی تاویل نکرنا چاہئے
البتہ جسکی تاویل خود صاحب شرع نے فرمائی ہے وہ حق ہے اس لئے کہ اول اور ابتدا
الحاد و کفر کی نوامیس اور احکام شرعیہ میں اپنی عقول سخیفہ ضعیفہ اور اپنی آراء
ناقص کے موافق تصرف اور تاویل کرنا ہی خدا ہمکو اور تمام مومنین کو اوس سے
اور اوسکی مثل سے محفوظ رکھے۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ

دوسرا باب

اون چیزوں کے بیان میں جو کیفیت عمل سے متعلق ہیں ای میرے دوست تو لے
جانا جو ہم نے اوپر تحریر کیا ہے کہ اہل بیت عصمت کی قول اور فعل کی متابعت کرنا
اور اون کی احادیث اور اخبار میں تدبر لازم ہی خوب سمجھ لو کہ خیر جسکا نام خیر ہے
اوسکو ہم نے احادیث میں ائمہ علیہم السلام کی پایا ہی اسلیئے کہ حکلنتہائے اللہ سے

کوئی حکمت نہیں ہے جو انمیں مذکور نہو صراحۃً مشروحاً جو شخص قلب سلیم اور عقل مستقیم سے
کسی حدیث کا مطالعہ کریگا اوسکی عقل کجی کر کے راہِ باطل و ضلالت کو نہ جاویگی اور
اُسکا فہم اہل زیغ اور ہلاکت والونکے طور و طریقہ سے مانوس نہوگا احادیث میں طور و
طریقہ راہِ نجات تک پہنچنے کا اور سعادت جاودانی کے حاصل کرنیکی صورتیں بہت
ظاہر اور روشن ہیں مگر اوس شخص کے لئے جو خواہش نفسانی کی جھلی اپنی چشم بصیرت
سے اُٹھاوے اور نیت کی درستی میں اپنے پروردگار سے وسیلہ چاہے حق تعالی قرآن مجید
میں فرماتا ہے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا کہ جو شخص جد و جہد اور
کوشش کرینگے ہمارے باب میں البتہ ہم اوسکو اپنی راہ کی ہدایت کرینگے اور محال ہے
حق تعالی وعدہ خلافی کرے جب کہ بندہ خدا کے پاس اون دروازوں سے جاوے
جن سے جانیکا اللہ تعالی نے حکم دیا ہے ول چنانچہ فرمایا ہے واتوا البیوت من
ابوابھا کہ مکانوں میں اونکے دروازہ سے آؤ جسکو رسول خدا نے انا مدینۃ العلم
وعلی بابھا کہکر بتا دیا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اوسکا دروازہ ہے پس اول
سالک راہ خدا پر جو واجب ہے وہ یہ ہے کہ اپنی نیت کو درست کرے کہ اعمال کی قبولیت
اور کمال کا دار مدار نیتونکی مراتب پر ہے اور یہ امر بدون اللہ کی جناب میں کامل
توسل کئے اور شر شیاطین اور غلبہ خواہش ہائے نفس سے استعاذہ اور پناہ چاہنے کے سوا
حاصل نہیں ہوتا پھر چاہئے کہ اس مقصدِ اقصیٰ کی عظمت کو خیال کرے اور خیال
کرے کہ اس دارِ فانی کے چھوڑنیکے بعد پھر یہیں پلٹنا ممکن نہیں ہے کہ اپنی
غفلتوں کا تدارک کر لیا جاتا اور حسرتِ عظمیٰ اور مصیبتِ کبریٰ سے حذر کرنا
چاہئے پھر اس دنیا کے فنا اور انقلاب حالت کو غور کرے اور خیال کرے کہ اسپر

اعتماد نہیں ہوسکتا نہ اسکی عزت پر بھروسہ کرے نہ اسکے فخر پر اور اثنائے تفکر مذکور
میں اون مضامین کی سیر کرے جو ائمہ حضرات علیہم السلام سے اس باب میں وارد
ہیں اونکے اعیار کے کلام کی جانب توجہ فرمائی کہ منابع وحی اور الہام سے صادر
ہونیکی وجہ سے اومیں تاثیر عجیب و غریب ہی جو دوسروں کے کلام میں نہیں ہر اگرچہ
ایک ہی مضمون ہو اور یہ بھی وجہ ہے کہ دوسروں کا کلام مثل غزالی دا بو طالب
مکی اور مولوی روم اور اونکے احزاب کے حق و باطل سے ممزوج ہے حق کو ذکر کرتے
وقت وہ اپنے باطل کو ناظرین و سامعین کی نظر میں جو اونکے کلام کو دیکھتے ہیں
جلوہ دیتے ہیں کہ اون کو اپنے پھندوں میں پھانس لیں پھر جان تو کہ نیت اسکا
نام نہیں ہے جو لوگوں میں مشہور ہوگیا ہے ولمیں سوچنا یا زبان پر لانا ستے کہنا
عربی لفظومیں یا فارسی ہندی وغیرہ میں بلکہ نیت داعی فعل کا نام ہی جو انسانکو کام کرنے
پر آمادہ کرنیوالی چیز ہی اور ایک امر مخفی ہی نفس کے اندر جو لوگ طاعت خدا پر جد و جہد کرتے ہیں اور
اور جنکی دیدۂ دل کو اللہ نے نفس کے عیوب سے اسکی بیماریونپر بینا کردیا ہی اونکی سوا دوسرا شخص حقیقت
کو نہیں جانسکتا چنانچہ حق تعالی فرماتا ہی فالھمھا فجورھا و تقوٰھا کہ الہام کیا یعنی ڈالا اسمیں یا
نفس کے اندر اوسکے فجور اور تقوی کو کہ کون امر فجور و بدکاری ہی اور کیا چیز تقوی
و پرہیزگاری ہے اور وہ اس حالت کی تابع ہے جسپر انسان قائم ہو چنانچہ تفسیر
آیۂ مبارکہ قل کل یعمل علی شاکلتہ کے وارد ہے کہ شاکلہ سے مراد نیت ہی اور ترجمہ
آیۂ شریفہ کا یہ ہی کہ تو ای محمد کہ ہر ایک شخص اپنی شاکلہ پر عمل کرتا ہی یعنی اسکے
موافق اور یہ بات ہر ایک شخص پر جو اسمیں تدبر کریگا ظاہر ہی مثلاً اگر کسی
شخص کے شاکلہ اور طریقہ اور عادت حب دنیا ہو اور حرص تو وہ شخص کوئی عمل

بیان نیت

خیر یا شر کا کرے مقصود اصلی اوسکا اوس سے دنیا سمیٹنا ہوگا مثلاً جب نماز پڑہیگا
تو خیال کریگا کہ اگر نماز کو ترک کروں گا تو دنیا کے مضر ہوگا یعنی جان مال میں
گھاٹا آویگا اور جب شراب پیئے گا تو اوسکو بھی اسی غرض سے پیتا ہی کہ دنیا کے امور میں
قوت اور مدد دیگی اسیطرح جس شخص پر سلاطین کی محبت اور اونکا قرب غالب ہی
وہ جو کام کریگا اوسکو اول یہی فکر ہوگی کہ اس کام کو حکام کی خوشنودی میں دخل
ہے یا نہیں قرینہ اسپر یہ ہے کہ بہت سی اعمال خیر جو اونکی طبائع سے موافق نہیں
اونکو عمل میں نہیں لاتی جب ہم نے اس بیان کو غور سے سمجھ لیا تو اب سمجھو کہ نیت
کے اعتبار سے آدمیوں کی منازل اور درجات مختلف ہیں بعض پر شقاوت غالب
ہے جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا ہی اون کو اپنی اعمال خیر سے سوائی ایسی باتوں کا اور
کچھ مقصود نہیں ہے اور یہ شخص اگر اس حالت کے ترک میں سعی نکریگا تو رفتہ رفتہ
شقاوت کو نوبت پہنچی گی انتہا درجہ یہ ہوگا کہ دین مذہب سب کو جواب دیگا اور
اوس سے کچھ امید بہبودی کی نہوگی دوسرے وہ شخص ہی جسکا مقام اس درجہ
سے کچھ بلند تر ہے اوسکے دلمیں حب دنیا کے ساتھ حب آخرت بھی ہی اور وہ اپنے
گمان باطل میں سمجھتا ہی کہ دنیا و آخرت دونوں جمع ہوسکتی ہیں پس کبھی اوسپر حب
آخرت غلبہ کرتی ہے تو اوسکے موافق کرنے لگتا ہے اور جب حب دنیا غالب آتی
ہے اوسکے مطابق چلنے لگتا ہی یہ شخص بھی اگر اپنے خبر نہ لیگا تو بہت جلد پہلی شخص
کی مثل ہوجاویگا تیسرے وہ شخص جسپر عذاب خدا کا خوف غالب ہی اور اوسکی
شدت اور الم کو اوسنے تفکر کیا ہی اور متنبہ ہوا ہی پس اس سبب سی دنیا اوسکی
نظروں سے گر گئی پس وہ جو کچھ بھی کرتا ہے اعمال حسنہ کا کرنا ہو یا اعمال سیئہ کا

ترک وہ خوفِ خدا کی وجہ سے ہے یہ عبادت صحیح ہے علی الاظہر لیکن کمال کا مرتبہ
نہیں ہے جنابِ صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ غلاموں کا عبادت ہے
ذلیل کہ غلام اور لونڈی جو کرتے ہیں آقا کے ڈر کے مارے کیا کرتے ہیں اگر ڈر نہو تو
قطعی غافل ہو جاویں اور کچھ بھی نکریں یہ ڈرپوک عبادت کی ہے دوسرے یہ ہے کہ خدا
نے جو محسنین سے بہشت کی نعمتوں کے وعدے کئے ہیں اونکا شوق اوسکی نفس پر
غالب ہے پس وہ اون چیزوں کے حاصل کرنیکے لئے عبادت کرتا ہے حدیث میں آیا ہے
کہ یہ عبادت اجیرا ور مزدوروں کی ہے یہ بھی سابق سے قریب ہے ذلیل وہ ڈر سے
کرتا ہے یہ طمع سے قربتہ الی اللہ دونو کا فعل نہیں ہے مگر اس میں بھی شک نہیں
کہ وہ ڈرتا ہے تو خدا سے اور یہ طمع کرتا ہے تو خدا سے اور تقوی او خشیہ او
امیدِ ثواب و خوفِ عذاب شرعاً ممدوح ہیں مذموم نہیں ہاں اخلاصاً للہ او ابتغاء
وجہ اللہ صادق نہیں آتا سپاہی بادشاہ پہ بادشاہ کی جان کی محبت و عظمت
سے نثار نہیں ہوتا جاریہ کے لالچ یا توپ کے ڈر سے کہ بھاگا تو مارا گیا پانچویں قسم
یہ ہے کہ اللہ تعالی کی عبادت اس نیت سے کرے کہ وہ عبادت کی لائق ہے یہ درجہ
صدیقوں کا ہے جناب امیر المومنین فرماتے ہیں الٰھی ما عبدتک خوفاً
من نارک ولا طمعاً فی جنتک ولکن وجدتک اھلاً للعبادۃ
فعبدتک یعنی یا الٰہی نہ دوزخ کے خوف سے میں تیری بندگی کرتا ہوں نہ
بہشت کی طمع سے لیکن میں نے تجھکو عبادت کی لائق سمجھا اس وجہ سے تیری
عبادت کرتا ہوں جناب صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ احرار اور آزادونکی
عبادت ہے یہ دعویٰ اونکے غیر سے مسموع نہیں اسلئے کہ یہ مرتبہ بدون معرفت

ہنیں ہو سکتا جو شخص اپنے دل سے جانتا ہی کہ اگر بہشت و دوزخ ہنوتے یا عیاذاً باللہ
عاصی کو خدا جنت دیتا اور مطیع کو دوزخ تو بھی ہیں عبادت اور اطاعت کو اختیار
کرتا اسلئے کہ اللہ تعالیٰ اس کی لائق ہی وہ اس نیت سی عبادت کرسکتا ہی چھٹا یہ کہ
اللہ تعالیٰ کی عبادت اوسکی نعمتوں کے شکریہ میں بجالاوے کہ وہ خدا کی نعمتوں کو
غیر متناہی پاتا ہے پس اوسکی عقل حکم کرتی ہے کہ یہ منعم ان نعمتوں پر مستحق ہی کہ اسکی
عبادت کیجاوے ساتویں یہ کہ حیا سے عبادت کرے کہ اوسکی عقل اچھے کاموں کی
خوبی اور گناہوں کی برائی پر حکم کرتی ہی اور جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری کل حالات
پر مطلع ہے پس حیا اور شرم دامن گیر ہوتی ہے جس سے وہ فرماں برداری کرتا ہی
اوسکو عذاب اور ثواب کا کچھ دہیان ہنیں ہی اس کی جانب اشارہ ہی اوس
روایت میں جو تفسیر الاحیا میں وارد ہی کہ ان تعبد اللہ کانک تراہ فان
لم تکن تراہ فانہ یراک کہ خدا کی عبادت اسطرح پر کر گویا تو اوسکو دیکھ رہا ہی
پس اگر تو ہنیں دیکھتا تو یہ سمجھ لے کہ وہ تجھکو دیکھ رہا ہی آٹھویں یہ کہ عشق و محبت
ہو اس وجہ سے اللہ کی عبادت کرتا ہے محبت اعلیٰ مرتبہ کمال کا ہے اور وہ اسطرح
پر حاصل ہوتا ہے کہ ہمیشہ خدا کے ذکر میں رہی اور کثرت سے عبادت کرے اور
خدا کی نعمتوں کو یاد کرے اور اوسکے الطاف کو اور جب محبت حاصل ہوگی تو
مخالفت اپنے محبوب کی اوسکی محبت کی وجہ سے اوس سے ہنو سکے گی اور اوسکو
نفع نقصان کا کوئی دہیان ہنیں رہ سکتا ذیل اسکے بہت مراتب ہیں کوئی ایسا
غرق ہوتا ہے کہ اوسکو عشق میں اپنا دہیان رہتا ہی نہ کسی کا کسی کو نظر محبوب کی
رضامندی پر ہی کسی کا مقام اس سے بھی گذر جاتا ہی بعض اشخاص کو محض عبادت سے

محبت ہو جاتی ہے معبود سے چنداں تعلق نہیں ہوتا اس مرتبہ سے کچھ تعلق نہیں
کہتے جناب امیر المومنین کا قول ہے جو کوئی حرف کی عبادت کرتا ہے وہ کافر ہے اور جو
کوئی حروف معنی دونوں کی عبادت کرتا ہے وہ مشرک ہے اس درجہ والے کو حصول قلب
سے مطالب نہیں ہوتا بلکہ اکثر یہ بھی خبر نہیں ہوتی کہ کیا پڑھتا ہے کیا کرتا ہے مگر اس کے
گدہے کی طرح بدن ہلے جاتا ہے اور روح ڈانواڈول پھرتی ہے اور اکثر یہ لوگ غنا
اور خوش الحانی خوش آوازی کا زیادہ خیال کہتے ہیں جیسے لوگوں کو مزا میر سے مزہ
آتا ہے یہ اپنے انکر الاصوات لصوت الحمیر پر مرے جاتے ہیں نماز دعا اور درود قرآن حدیث
کتاب نعت مرثیہ اس زمانہ میں غالباً ایسی حالت میں پایا جاتا ہے ایک درجہ کے لوگ
وہ ہیں جنکو کچھ بھی بیان اور غرض نہیں ہے کرتے کرتے نماز روزہ کی عادت ہو گئی
ہے یہ لوگ بھی ان درجات سے عابدوں کے خارج ہیں البتہ عبادت کی عادت ہے
اسی واسطے معصوم نے فرمایا ہے کہ آدمی کی بُرائی بھلائی کی جانچ کو نماز روزہ
پر مت بھول یہ تو اک عادت ہے کہ پڑ گئی بدون کئے چین نہیں آتا اوسکی صدق گفتار
اور امانت کو دیکھو نویں یہ ہے کہ بقصد تقرب قربت عبادت کرے یعنی قرب خدا
کا طالب ہو مترجم معمول و مروج علی العموم یہی قصد ہے ہر ایک عبادت میں قربتہً
الی اللہ کی نیت کیجاتی ہے قرب کے چند معنی ہیں جو بہت باریک ہیں ہم بعض کی
طرف اشارہ کرتے ہیں اسلئے کہ یہ تو ظاہر ہے کہ خدا کی شان میں قرب مکانی و
زمانی تو متصور ہو نہیں سکتا کہ نعوذ باللہ کوئی خدا سے نزدیک ہو جاوے بیجال
نئے اوسکے جسم ہے نہ جگہ پس قرب سے مراد درجہ کمال کا قرب ہے اسلئے کہ مراتب نقص
میں نہایت بعد ہے اوسکی جناب مقدس برتر ہے بوجہ اوسکی انتہائی کمال کو پس جب

آدمی اپنے نفس سے کچھ نقصان کو رفع کرتا ہی اور بعض کمالات سے موصوف ہوتا ہی
تو اوسکا بعد اوسکی جناب سے کم ہو جائیگا اور بعض اخلاق خدا اوسمیں آجاوینگے
یا مصاحبت معنوی کی راہ سے اور تذکرہ کے لحاظ سے قرب خیال کیا جاوی اس لیے کہ جب
کسیکا محبوب مشرق میں ہو اور وہ مغرب میں ہو تو باوجود بعد المشرقین وہ ہمیشہ اوسکے
ذکر و فکر میں مشغول رہتا ہی اوسکے کاروبار اور اوسکے حکم و احکام جو اس سے متعلق ہوں
اسی میں پہنسا رہتا ہی یہ حقیقۃً اوس دشمن سے جو اوسکے پہلو میں ہی محبوب سے اقرب
ہے اور کوئی شک نہیں کہ یہ دونوں معنی جنکو ہم نے ذکر کیا ہی کثرت عبادت سے حاصل
ہوتے ہیں پس ممکن ہے کہ عابد کی غرض ان دونوں معنوں کا حصول ہو اور
قرب کے واسطے اور چند معنی ہیں اور واسطے نیت کی اور چند درجہ اور مراتب ہیں درمیان
اون مراتب کے جنکو ہم نے بیان کیا ہی جنکی حد وانتہا نہیں ہمنے بعض مراتب کو بطور
مثال کے ذکر کر دیا ہے کہ مومن سالک الی اللہ اس راہ کے خطرناک ہونیسے واقف
ہو جاوے اور حق تعالی سے توسل کرے کہ ان مہالک سے وہی بیڑا پار کرے یہانتک
کہ جب بندگان مخلصین کے زمرہ میں داخل ہو جاوی تو ہر شر شیاطین سے محفوظ
ہو جاویگا چنانچہ حق تعالی ارشاد فرماتا ہی ان عبادی لیس لک علیہم سلطان
ولنعم ما مثل کہ بندہ میرے جو ہیں اونپر تجھکو دسترس نہوگا ذیل اس مقام پر
نقل قول شیطان قرآن مجید سے جیسا ان تریکے لاعبادک منہم المخلصین کہ میں تیری
بندوں کو گمراہ کروں گا مگر وہ تیرے بندہ جو مخلص ہیں کیا خوب کسی نے شیطان
کی مثال اوس کتے سے دی ہی کہ جو کسی امیر دروازہ پر ہو اور جو شخص مالک کے پاس
اندر جانیکا قصد کرے اوسپر بھونکے آزار دے سوا اسکے کہ خود مالک اوسکو ڈپٹے اور ہٹاوے

کسی طرح باز نہیں آتا یا اوس کتے کو معلوم ہو جاوے کہ یہ شخص مالک خانہ کا دوست ہے جب باز رہتا ہے یہی حال اس کلب لعین کا ہی جو خدا کے دروازہ پر تعینات ہی اس غرض سے کہ کوئی غیر اندر نہ جانے پاوی جو اپنی شقاوت کی وجہ سی مستحق حضوری نہیں ہے پس جب مالک خانہ اللہ جل شانہ بوجہ بندہ کے استعاذہ اور پناہ مانگنے کی شر شیطان سے اوسکو جھڑک دے جیسے دستور ہی کہ ایسی صورت میں آنیوالا صاحب خانہ کو اطلاع دیا کرتا ہی کہ مجھے بچائیے اور صاحب خانہ کتے کو جھڑک دیتا ہی یا وہ کتا خود جان لے کہ یہ شخص اس دربار کے مقربین سی اور مالک الملک کے خواص سی ہی اور اکثر یہاں آتا جاتا ہی اور اسکو صاحب خانہ سی انس ہی تو وہ کتا اس شخص سی متعرض نہیں ہوتا پس جب سالک ایسے طور پر جناب قدس کا متوسل ہوا اور اوسکی نیت بھی صحیح ہوئی بقدر اپنی کوشش کے ابتدائی امر میں اس چیز کو طلب کرتا ہی جسمیں اپنی آخرت کی خیر و بہتری جانتا ہی اور اوس کی کچھ پرواہ نہیں کرتا کہ اوسکو اہل زمانہ اور جہلائے وقت خشک کہیں یا فقیر یا دیوانہ یا خبطی یا اوسکو جاہل بتلاویں یا احمق ٹھیراویں جب آدمی کی حالت اسدرجہ تک پہنچی تو حق اوسکو عیاں نظر آنے لگیگا پس اسوقت اسکو لازم ہے کہ اسکے بعد وہ علم تلاش کرے جو کلام اہل بیت سے انس رکھتا ہو اور اونکی احادیث کا معتقد ہو نہ وہ شخص جو حدیثوں میں عقلی دلیلیں ملا کر تاویل کریں بلکہ جو شخص احادیث سی اپنی عقائد کو صاف کرتا ہو پس تحصیل علم میں محض رضائے اللہ شروع کردے یہ بھی مثل قربتہ الی اللہ کی نیت کی ایک صورت ہی اور مراد اوس سے خوشنودی اور رضامندی اللہ تعالیٰ کی ہی یعنی اس غرض سے عبادت کرتا ہوں کہ اللہ مجھسے راضی اور خوشنود ہو اور اس غرض کی غرض کو چیرا جاوے تو پھر وہی پچھلے درجہ نظر آویں گے خوف نار

یا طمع بہشت یا قرب درگاہ یا وصال معنوی وغیرہ وغیرہ اور اخبار اہلبیت مین تدبر
وتفکر کرے اور مقصد اوسکا تحصیل علم سے عمل کرنا ہو کہ کوئی عمل بدون علم کے
نفع نہیں دیتا جیسا کہ جناب صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ عامل علی غیر بصیرۃ
مثل اوس شخص کے ہے جو کوراہ چلے کہ جتنا تیز چلیگا اوسی قدر منزل مقصود سے دور
ہوتا جائیگا اور بدون عمل کے علم بھی بیفائدہ ہے بلکہ بدون عمل کے علم کبھی حاصل
نہیں ہوتا جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص اپنے علم پر عمل کرے تو حق تعالی اوسکو
اوس شے کا مالک کریگا جسکو نہیں جانتا یعنی عمل کی بدولت غیر معلوم معلوم ہو جائینگے
اور علم کے مثال چراغ سے دی ہے کہ جو کسی اندھیری راہ کے چلنے والے کے پاس ہو
کہ جب وہ ٹھیر جاتا ہے اور چلنا موقوف کرتا ہے تو ایک مقدار خاص تک اوسکو چاندنا
نظر آتا ہے اور جسقدر چلتا جاویگا اوسی قدر اور راستہ اوسکو نظر آتا جاویگا غرض
علم عمل کا معین ہے اور عمل علم کو بڑھاتا ہے پس مناسب ہے کہ اپنے دن کے تین حصہ کرے
ایک حصہ میں حلال روزی کی تلاش کرے ذیل اگر اوسکا محتاج ہو یا راحت و آرام
کرے اور ایک حصہ میں تحصیل علم میں مشغول ہووے اور ایک حصہ میں فرایض اور سنون
اور نوافل میں مشغول ہو اور مناسب ہے کہ کچھ تھوڑا سا علوم آلیہ یعنی قواعد کو پڑھے
کہ علم حدیث میں اوسکی ضرورت ہے ذیل یعنی فی زماننا نہ زمان سلف میں اور وہ
علوم صرف و نحو اور تھوڑا سا منطق اور تھوڑا سا علم اصول فقہ اور بعض کتب فقہیہ
کا پڑھنا ہے پھر جسقدر ہو سکے علم حدیث میں کوشش کرے اور کتب اربعہ کو یعنی
کافی کو ملا محمد یعقوب کلینی کی اور استبصار و تہذیب شیخ ابو جعفر طوسی کو اور من لا
یحضرہ الفقیہ شیخ صدوق کو اور غیر اسکے تصانیف صدوق وغیرہ کا مطالعہ

کرے اور ہمارے پاس بحمد اللہ سوائے کتب اربعہ کے قریب دوسو کتاب حدیث کی اور موجود ہیں جنکو ہم نے بحار الانوار میں جمع کیا ہی اور اونکی تفسیر کی ہی پس لازم ہی کہ انسان اوسمیں نظر و فکر کرے اور اوسکے مقامات غامضہ میں غوص کرے اور اس سے استفادہ حاصل کرے کہ وہ ایک دریا ہی جیسا کہ اوسکا نام بحار ہی پھر جان تو اے برادر کہ ہر ایک عبادت کی ایک روح ہی ایک جسم اور ایک ظاہر ہی اور ایک باطن پس ظاہر اور بدن عبادت کا وہ تو حرکات مخصوصہ ہیں بندہ کی اعضا کی اور باطن عبادات کا وہ اسرار ہیں جو اس سے مقصود ہیں اور وہ ثمری ہیں کہ جو اوسپر مرتب ہوتے ہیں اور روح عبادت کی حضور قلب ہی اور متوجہ ہونا اوسطرف اور اوسکے مقصود اصلی کو حاصل کرنا کہ یہ ثمرہ بدون اسکے حاصل نہیں ہوتی مثلاً نماز عمود دین ہی یعنی خیمہ کے بیچ کی چوب جسپر خیمہ کھڑا ہوتا ہی خدا نے اوسکو تمام اعمال بدنی میں افضل قرار دیا ہے اور اوس پر عظیم اثر مرحمت فرمائے ہیں فرماتا ہی انّ الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر کہ نماز فحش اور بدفعلیوں سے منع کرتی ہی اور جناب رسولخدا فرماتے ہیں کہ الصلوٰۃ معراج المومن نماز مومن کی معراج ہی اور یہ ثمرہ اوسپر بدون حضور قلب کے جو اوسکی جان ہی حاصل نہوگی اسلئے کہ بیجان کا بدن کیا کار کرسکتا ہی اور اوس سے کیا نفع حاصل ہوسکتا ہی یہی وجہ ہے کہ ہماری نماز ہمکو فحشا اور منکر سے نہیں روکتی اور ہمکو اس درجات دینہ سے درجات عالیہ تک عروج و ترقی نصیب نہیں ہوتی اس لئے کہ نماز اک معجون الٰہی اور مرکب سماوی ہے جب کہ اوسکی شرائط عمل کا خیال و لحاظ رکھا جاوے تو جمیع امراض نفسانی کو اور تمام ادوار روحانی کو نفع دیگی پس چاہی کہ انسان ہر ہر فعل پر نماز کی افعال سے اوس فعل کے سر اور غرض اور مقصود

کو دہیان کرے پس دعوات ابتدائی اور مقدمۂ نماز سے نفس کو جو اون امور دنیا
میں مشغول ہونیکی وجہ سے جنکی جانب بسبب حکم اور مصالح خدا کے انسان مضطر و
مجبور ہی عبادت سی ایک نوع کی وحشت جھجک ہی اوسکا رفع کرنا اور مانوس کرنا مدنظر ہی
کہ نماز کے شروع کے وقت حق تعالی کے جناب سی مستانس ہوا اور نیز وجہ یہ ہی کہ شرائط
قبول عمل سے تقوی اور پرہیزگاری ہے معاصی اور ممنوعات سے اس لئی کہ اون کے
کرنیکی وجہ سے ساحت قرب سی بعید ہو جاویگا اور نیز حق تعالی فرماتا ہی انما یقبل اللہ
من المتقین کہ اللہ متقیوں ہی سی قبول کرتا ہی اور جب بندہ افعال بد کا مرتکب ہی ا
اور اوسکی وجہ سے نہایت بعد اوسکو ہو گیا تو ضرور نماز سے قبل تضرع کریگا کہ خدای تعالی
اوسکو بخشدے اور درگذر کرے اوسکے جرائم سے جس سی وہ لائق اور قابل اس امر کا
ہو جاوے کہ اوسکی عبادت بجالا وی اور اس سی مناجات کرے اور تکبیرات میں جناب
اقدس تعالی کی تنزیہ و تقدیس ہی شرک اور شل اور نقصان سی اور اس امر سی کہ بندے
اپنے قویٰ ظاہرہ اور باطنہ کی وجہ سی اور اپنی عقل و ادراک سی اوسکو ادراک نہیں کر سکتی
اور اسوقت عقائد حقہ کو دہیان کری تاکہ وہ نفس میں راسخ ہو جاویں اور دعائی
توجہ میں خلوص نیت کی تعلیم و تلقین ہی اور بکمال عبودیت کا اظہار اور غیر کی جانب سی
نظر بند کر لینا اور ہمہ تن اوسی کی جانب متوجہ ہونا ہی اور قرات میں اپنی محبوب حقیقی
سے ہمکلام ہونا اور راز و نیاز ہی کبھی اوسکی محامد اور خوبیوں کا ذکر کرتا ہی کبھی اوسکو
اوصاف کمالیہ سے موصوف بتلاتا ہی جو حاجت سی قبل وسیلہ ہی اور آداب مکالمہ اور
مناجات کی رعایت ہی پھر عبودیت کا اظہار ہی پھر اپنی حول و قوت سی تخلی یعنی اقرار
کرنا کہ مجھمیں کچھ قوت نہیں ہی پھر استعانت کرنا اوس سی جمیع امور میں خصوصًا

اوسکی عبادت میں یہہ طلب ہدایت راہ مستقیم کی جانب اور وہ راہ نبی اور آل نبی علیہم السلام
کی ہی جمیع عقائد اور اعمال اور اخلاق میں اور اون راہوں کی جو اللہ تعالی کی پہنچا
کی ہیں اور یہ مطلب جمیع مطالب عالیہ پر مشتمل ہی پہر استعاذہ کرنا صراط اعداے اور تمام
تمام عقائد باطلہ اور اخلاق ردیہ اور طرق ضلالت اور جمیع فسق وفجور سا گیا کہ وہ سب
اعدائے خدا کے طور وطریقہ ہیں اسیطرح رکوع وسجود میں خضوع اور تذلل ہی اللہ کی
سامنے کہ انسان کے اندر جو تکبر ونخوت اور خود بینی اور انانیت پیدا ہو جاتی ہی
وہ دفع ہو جاوی پس حکم دیا گیا کہ اپنے مکارم بدن اور اشرف اعضا کو خدا کی سامنی
خاک پر رکھی اسیطرح ہر ایک قول میں نماز کے افعال سے بڑی بڑی حکمتیں اور
مصالح عظیمہ ہیں کہ بڑی بڑی کتب میں اونکی شرح نہیں سما سکتی اور احادیث میں ہر فعل
کے افعال نماز سے اسرار غریبہ اور حکم عجیبہ وارد ہیں ہمنی اس مقام پر بعض کی جانب
اشارہ کر دیا ہے بطور مثال کے ورنہ یہ رسالہ کہاں وفا کر سکتا ہی ایسی ہزار رسالہ ہوں
تو ایک فعل کے بھید کے بیان کو کافی نہیں ہو سکتے پس مناسب ہی کہ انسان اُن احادیث
کی جانب رجوع کرے جو اس باب میں وارد ہیں اور انمیں باقی عبادات کی اسرار
اور حکم کو بھی ذکر کیا ہی پس ہر فعل کو اوسکی صورت کی موافق بجا لائی تا کہ ہر ایک فعل اوسکا
قرب خدا کا وسیلہ اور تکمیل نفس کا سبب اور راہ نجات کا ہادی ہو پہر معلوم کرو کہ
سب سے زیادہ قریب رستہ خدا کی جانب [illegible] کہ وہ بہت سی آیات اور احادیث سی ظاہر
دعا اور مناجات کا طریقہ ہے لیکن [illegible] کی کچھ شرائط اور آداب ہیں مثل حضور قلب اور
توسل تام اور قطع رجا کے غیر خدا سے اور خدا پر اعتماد کامل کرنا اور چھوٹی بڑی اور
قلیل اور کثیر کام میں اُسی کی جانب توجہ کرنا اور ادعیہ منقولہ دو قسم پر ہیں ایک تو اوراد

واذکار ہیں جو ہر روز و شب کے لئے موظف و مقرر کئے ہیں اور تجدید عقائد اور طلب
مقاصد اور روزی اور دفع کید اعدا وغیرہ پر مشتمل ہیں پس انسان کو لازم ہی کہ
حضور قلب کے باب میں جد و جہد کرے اور توجہ نفس و تضرع اور گریہ و زاری
پڑھنے کے وقت اور اگر یہ میسر نہ آوے تو لازم ہے کہ ادعیہ کو ترک نکرے ذلیل یہ لازم
نہیں ہے کہ چھوڑ بیٹھے جیسا کہ بعض شخصوں کی حالت ہوتی ہی اور یاد رکھو کہ ان ادعیہ
کے پڑھنے سے اصلی مقصود وہی مقاصد ہوں جنکے وجہ سے یہ پڑھے جاتے ہیں جیسا کہ
اوپر نیت کے مدارج میں گذرا ہی ورنہ علمانے اس کی صحت میں دغدغہ کیا ہی کہ خلوص نیت
ہو تو عبادت کی صحت میں کلام ہی بلکہ مقصود بالذات اظہار اپنی عجز و انکسار و بیکسی
و محتاجی کا ہو کہ میں اپنی روزی روزانہ اور صحت و عافیت جسمانی وغیرہ سب میں تیرا
محتاج ہوں اور لتعمیل حکم بھی مد نظر ہو کہ فرماتا ہی ادعونی استجب لکم تم مجھسے دعا مانگو
میں قبول کروں گا دوسری قسم مناجاتیں ہیں وہ وہ ادعیہ ہیں جو توبہ اور استعانت
اور اعتذار اور اظہار محبت اور تذلل اور انکسار وغیرہ اقسام کلام پر مشتمل ہیں میرا
اعتقاد یہ ہے کہ ان ادعیہ کو بدون گریہ و زاری اور تضرع اور خشوع اور خضوع تام
کے نہ پڑھے اور مناسب ہی کہ اون کے لئے مترصد اوقات رہے یعنی اوقات مناسب
پر پڑھے اور بدون اوسکے نہ پڑھے ورنہ استہزا اور تمسخر سے مشابہ ہوگا اور یہ دونو
قسم کی دعائیں برکت اہلبیت علیہم السلام سے ہمارے پاس اسقدر کثرت سے ہیں
کہ عشر اعشار کے پڑھنے کی بھی فرصت اور مہلت نہیں ملسکتی ذیل اگرچہ کوئی کام
دنیا کا نکرے نہ سووے نہ کھاوے نہ پیوے ادعیہ منقول ہے کو پڑھا کرے اور حیات [illegible]
کہ صحیح تر پڑھے تب بھی اوقات شبانہ روزی اونکے لئے اکتفا نہیں کرسکتی اور نہایت

سریع الاثر اور پر تاثیر تیر بہدف ہیں بس یا انتخاب کرلیں یا کبھی کوئی کبھی کوئی اسطرح
پڑہے پہلی قسم کی دعائیں مصباح متہجد شیخ ابوجعفر طوسی اور مصباح کفعمی اور کتاب السمات
اور اقبال سید علی بن طاؤس میں تعقیبات نماز اور ادعیہ ہفتہ اور اعمال سال وغیرہ
کے ضمن میں مذکور ہیں اور دوسری قسم کی دعائیں بھی کتب مذکورہ اور دیگر کتب
دعوات میں متفرقہ طور پر درج ہیں مثلاً ادعیہ خمسہ عشر جمہم شاید وہ پندرہ دعائیں مراد
ہیں جو صحیفہ کاملہ مطبوعہ مطبع صفدری بمبئی کے آخر میں درج ہیں اور مناجات معروف
بانجیلیہ اور دعائے کمیل وغیرہ اور صحیفہ کاملہ اکثر بلکہ کل اسی دوسری قسم سے ہیں
اور مصنف نے ادعیہ سال کو زاد المعاد میں اور ادعیہ ہفتہ کو ربیع الاسابیع میں اور ادعیہ
روز و شب کو مقباس المصابیح میں درج فرمایا ہی تینوں کتابیں قابل دید اور یاس رکہنے
کی لائق ہیں اور سفینۃ النجاۃ میں پانچ مقالوں میں دین و دنیا کی لغتین بھر دیں لغرض
مصنف فرماتے ہیں کہ پھر بعض دعا ان ادعیہ میں حالت خوف کی مناسب ہی بعض حالت
رجا کی کوئی بلا سے کوئی رجا سے اسیطرح مختلف احوال جو انسان پر وارد ہوتی ہیں
اون سے متعلق ہیں پس انسان کو مناسب ہی کہ ہر حالت کی مناسب جو دعا ہو اوسکو
اوس حالت میں پڑہے اور اوسکے معنی کو غور کرتا رہے اور گریہ و زاری کرے جب طالب
سالک اس مسلک پر چلیگا تو اوسکو یقین ہو جاویگا کہ یہ خدا شناسی کا بہت سبب ساتہ
ہے دین و دنیا کے مقصد اس سے حاصل ہو سکتے ہیں پھر جاننا چاہئے کہ نفس کی بڑی
سعادتمندی اخلاق حسن اور عادات زکیہ سے ہی جیسے مصادقات صاف باطنی
اور جود و سخا اور اخلاص اور مسکنت اور حلم وغیرہ اخلاق حسنہ جنکو شرع اور عقل
دونوں نے مستحسن سمجھا ہی اور نفس کا بڑا ہلاک اور برباد کرنیوالا اخلاق ذمیمہ ردیہ

ہیں جیسے بخل وجبن ونامردی تکبر خودبینی ریا غضب حقد وحسد کینہ وغیرہ عادات ردی اور خراب جسکو عقل وشرع دونو برا جانتے ہیں پس انسان پر واجب ہی کہ اخلاق سیئہ سے تصفیہ اور تخلیہ کی کوشش کرے اور اطوار مرضیہ سے آراستہ وپیراستہ ہو اور صوفیہ گمان کرتے ہیں کہ ترک مالوفات اور اعتزال سے یعنے خلق سے میل جول ترک کرنے سے اور عزلت اور گوشہ نشینی چلہ کشی اور ارتکاب مشاق سخت مشکل مشکل اشغال کرنے سے اور اکثر بھوکا رہنے اور کثرت سے جاگنے وغیرہ ریاضتوں سے جو اونکے طریقے ہیں اور داب ہیں یہ دونو باتیں حاصل ہوتی ہیں اور ہم نے دیکھا ہے کہ جو لوگ ان سختیوں کو اٹھاتے ہیں اونکے اخلاق ردیہ بڑھ جاتے ہیں اور اخلاق حسنہ گھٹ جاتے ہیں اسلئے کہ سودا کا غلبہ ہو جاتا ہی پس کسی کو قدرت نہیں کہ اون سے بات کر سکے اونکے روکھے پن اور کج خلقی کی وجہ سے ذلیل اور معتقد گمان کرتے ہیں کہ پیر صاحب تارک دنیا ہیں اسوجہ سے خلق سے نفرت کرتے ہیں اور تکبر اور عجب اونکا حد سے زیادہ ہو جاتا ہی گویا گمان کرنے لگتے ہیں کہ ہمارا درجہ انبیا سے بڑھ گیا تمام خلق کو برا سمجھنے لگتے ہیں اور اون سے بہاگتے ہیں اسیطرح تمام اونکی صفات اور عادات کا حال ہی لیکن خلق کو اون کا حال معلوم نہیں ہوتا اسوجہ سے کہ اونسے میل جول معاشرت معاملت کچھ نہیں ہی اور ہمارا عقیدہ یہ ہی کہ تدبیر اصلاح نفس کی یہ ہی کہ اول آدمی اللہ تعالی سے توسل کرے کہ یہ عادات رذیلہ اوس سے دور ہوں پھر فکر کرے اونکے انجام بد پر اور اپنے نفس کے عیبوں کو تلاش کرے اور ردارت اصل کو کہ اصل خرابی کی جڑ کیا ہی اور اوسکی حالت کہاں پہنچیگی اور اسکے اعمال کا نقصان وتلفوں کی خرابی اسی کہاں پہنچ گئی بعد اسکے ذمیمہ خصلت اور عادتکا علاج کرنا شروع کرے اسطرحپر کہ ہر روز نفس کو اوس عادتکے خلاف پر عادت ڈالے

یہانتک کہ ایسی عادتیں جنکو خلق اور عادت میں داخل ہو جاوے جیسے چابک سوار سرکش گھوڑے کو سدھاتا ہے جا
مارکر ہٹ وغیرہ سے ہٹاتا ہے پھر چمکار کر قدم دشمہ گام پر ڈالتا ہے اور اس اثنا میں اون
احادیث کو بھی دیکھتا رہے جو ان عادات کے مذمت میں اور اونکے خلاف کی مدح میں
وارد ہیں کافی کلینی کی کتاب الایمان والکفر میں سے ہیں مثلاً بخیل اپنے بخل کا علاج
یوں کرے کہ اول اللہ تعالیٰ سے توسل کرے پھر خیال کرے کہ مرنیکے بعد مال کچھ کام نہیں آویگا
اور عطا و بخشش دین و دنیا کی نفع دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ اسکی جگہ دوسرے کو اسکا مالک کرتا ہے
اور خلاف وعدہ نہیں کرتا پھر آیات اور احادیث جو مذمت بخل میں وارد ہیں اون کو
دہیان کرے پھر نفس کو سخاوت نکرنے پر ڈانٹے اور سرزنش کرے اور سخاوت پر آمادہ
کرے تب اول مرتبہ دینا اوسکو بہت شاق و ناگوار ہوگا دوسری مرتبہ کچھ سہل معلوم ہوگا
اسی طرح رفتہ رفتہ سہل ہوتا جائیگا یہاں تک عطا اور بخشش کی عادت ہو جائیگی اور سخاوت
ضمیر بنجاویگی کہ پھر اوسکا چھوڑنا دشوار ہوگا اسیطرح جو شخص مجالس اور محفلوں میں
اونچی جگہ ڈہونڈتا ہے سربانکی تلاش میں رہتا ہے وہ بعد مضامین مندرجہ بالا یہ کرے کہ
بار بار اپنے مرتبہ اور مقام سے پست جگہ میں بیٹھے پس پھر اوسکو اسکی عادت ہو جائیگی
اور ترفع اور بالانشینی کا دہیان دلسے جاتا رہیگا اسیطرح تمام اخلاق و عادات کا حال ہے اور
افضل اور عمدہ توسل کے لئے دو دعائیں صحیفہ کاملہ کی ہیں ایک دعائے مکارم الاخلاق
دوسری دعائے استعاذہ اخلاق سیئہ اور عبادات شرعی کا التزام اونکی شرائط اور آداب
کے ساتھ اُن مہلکونکے رفع کرنیکو کافی کچھ انسان کو ضرورت ارتکاب بدعلت اور تشریعات
کی نہیں کہ فاسد کو فاسد سے دفع کریں وہی فاسد کا فاسد قائم رہا پھر جاننا چاہئے کہ نوافل
یومیہ اور نماز شب و غیرہ بعض پنجگانہ کی مکمل اور پورا کرنیوالی ہیں اور ہمارے پیغمبر کی سنت اور

سیرت ہی جسکو حضرت نے مرتے دم تک ترک نہیں کیا پس تم بھی اوسکو ترک نکرو اور اگر کبھی
ترک ہو جاوے تو اوسکی قضا پڑھ لے جب میسر ہووے ذیل کوئی وقت مقرر نہیں البتہ دن کی
نوافل کو رات کو قضا کرے اور رات کی نوافل کو دن کو ادا کرے تو بہتر ہے اور لازم ہے ہر مہینے
پہلی جمعرات اور پچھلی جمعرات اور بیچ کی بدھ کا روزہ جو دوسرے دہے میں اول آوے کہ یہ بھی
ہماری حضرت کی سنت ہے صلی اللہ علیہ و آلہ اور نمازِ شب میں ضروری دعاؤں کا پڑہنا اور تضرع
اور گریہ و زاری کرنا کہ یہ وقت شب محل اور موقع ہے اسکا کہ بندہ اپنے رب سے قرب حاصل
کرے اور دعا اور رحمت اور مناجات کا دروازہ مفتوح ہوتا ہے اور قلب مجتمع ہوتا ہے اور
عمل اسوقت میں خلوص سے اقرب ہے کہ ریا کا موقع نہیں ہوتا سب پڑے سوتے ہیں چنانچہ
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان ناشئة اللیل هی اشد وطأ واقوم قیلا کہ رات کا پچھلا پہر چلنے اور کہنے کو
عمدہ ہے اور لازم ہے برادرانِ ایمانی کے واسطے دعا کرنا تفصیلاً مترجم یعنی نام بنام اور ہر ہر مطالب
کی جدا جدا عبارتیں کہ وہ انسان کی حاجت روائی کے لئے عمدہ سبیل ہے اور تجکو اوسمیں دو چند بلکہ
زیادہ اُس سے ثواب حاصل ہوگا جو تو نے دوسرے کے لئے طلب کیا ہے اور لازم ہے تعقیبات کا صبح
میں دعا اور اذکار ماثورہ کو پڑہے اور اوسپر مواظبت اور پابندی کرے کہ اس ساعت میں رزق تقسیم
تقسیم ہوتی ہیں اور بعد اسکے لازم ہے کہ چلنے اور بیٹھنے اور اُٹھنے میں مداومت اور التزام کرے تسبیحاتِ
اربعہ لا الہ الا اللہ سبحان اللہ والحمد للہ واللہ اکبر کا کہ عرش عبادت اور معرفت کی
یہ چار رکن ہیں پھر درود پڑہنا محمد و آل محمد پر صلی اللہ علیہ و آلہ کہ وہ افضل اعمال ہے پھر مواظبت و مداومت
کرے اک مناسب مقدار پر ان چاروں ذکروں کی جو قرآن و حدیثمیں وارد ہیں اور وہ ماشاء اللہ
لا قوة الا باللہ رزق کیواسطے اور آسانی مشکلات کیلئے اور حسبنا اللہ ونعم الوکیل دفع خوف
اعداء کیلئے اور سختی اور شدت کیواسطے اور لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین دفع

ہموم و افکار دنیا اور آخرت کیواسطے اور انکے غموم کیلئے اور افوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر
بالعباد دفع کید اعدا کے لئے اور اقل مرتبہ وظیفہ کا یہ ہے کہ آدمی ہر روز سو مرتبہ اور جمعہ
کو اور شب جمعہ میں ہزار مرتبہ درود پڑھ لیا کرے اور ہر روز تین سو ساٹھ مرتبہ موافق اپنے بدن
کی رگوں کے الحمد للہ رب العالمین کثیرا علی کل حال کو پڑھا کرے اور اگر اوسکو ہر روز صبح و شام
پڑھے تو اور افضل ہے اور ہر روز ستر مرتبہ استغفار کیا کرے استغفر اللہ ستر مرتبہ اور اتوب الیہ ستر مرتبہ
اور استغفار بہت کثرت سے ہونا چاہیے کہ گناہوں کی معافی اور مال و اولاد کی ترقی کا باعث ہے اور
ہر روز جدا جدا ہر ایک کو تسبیحات اربعہ سے سو سو مرتبہ پڑھے اور ہر نماز کے بعد ملا کر چاروں تسبیح کو
تیس مرتبہ اور ہر روز سو مرتبہ کہے لا الہ الا اللہ الملک الحق المبین اور اگر اسقدر نہو سکے تو تیس
مرتبہ اور ہر روز سو مرتبہ لا حول پڑھے لا حول ولا قوۃ الا باللہ اور ہر روز دس مرتبہ اشہد ان
لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الہا واحدا احدا صمدا لم یتخذ صاحبۃ ولا ولدا اور طلوع
آفتاب سے پہلے اور قبل غروب آفتاب کے دس مرتبہ کہا کرے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ
الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت ویمیت ویحیی وھو حی لا یموت بیدہ الخیر وھو علی کل شئی قدیر
اور دس مرتبہ اعوذ باللہ السمیع العلیم من ھمزات الشیاطین اور اعوذ باللہ ان یحضرون ان اللہ
ھو السمیع العلیم کہ حدیثوں میں آیا ہے کہ یہ دو سنت واجب ہیں اور اگر اونکو بھول جاوے انکے وقت پر
تو دوسرے وقت قضا پڑھے اور بعد نماز مغرب و صبح کے سو مرتبہ کہا کرے بسم اللہ الرحمن الرحیم لا
حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اور اگر اسقدر نہو سکے تو سات مرتبہ کہ یہ ستر قسم کی بلا سے
امان کا باعث ہے اور کثر نسے آدمی سورۂ قل ھو اللہ پڑھا کرے اور سورہ انا انزلناہ فی لیلۃ القدر
اور اگر آدمی سے ہو سکے تو ہر روز سورۂ قدر کو سو مرتبہ پڑھے اور آیۃ الکرسی اور آیہ شہد اللہ
انہ لا الہ اور آیہ قل اللہم مالک الملک اور سورۂ الحمد اور سورۂ قل ھو اللہ احد کو ہر نماز کے بعد پڑھے

اور اگر انسان اہلبیت نبیؐ پر ایمان رکھتا ہی تو شک نکریگا اس امر مین کہ یہ ورد افضل ہین ان
وراد قبیحہ سی جنکو جہال و علم بدعتی لوگوں نے اہلسنت کے فرقہ کے ایجاد کیا ہی جو اہلبیت کی اقتدا
اور پیروی کے منکر ہین ذیل علم عددی سے متعلق ہوں یا جفر سے ماخوذ ہوں یا طلسم و نیرنگ و شعبدہ
و سحر وغیرہ علوم سی اُس مین ملی گئی ہو جیسا کہ اکثر صوفیہ کے اعمال مین ہوتا ہی اور خیال رکھی نماز
جعفر طیار کا اور اقل درجہ یہ ہی کہ ہر ہفتہ پڑھ لیا کرے جب کوئی سختی پیش آوی کہ یہ نماز قضائے
حاجت کی واسطی مجرب اور آزمودہ ہی اور ضرور ہی کہ کتب دعا اور اعمال مختلفہ ایام و لیالی کو آدمی پیدا
کرے بہم پہچاوے کہ ہر دعا میں ایک اثر خاص ہی حصول قرب خدا کیلئے جو دوسری دعا مین نہیں
ہوتا خبردار اون اعمال و عملیات کا اتباع نکرنا جو کتب معتبرہ شیعہ مین ملیں کہ سوی خدا کی فرمایا ہی
کل عمل قلیل فی سنۃ من کثیر فی بدعۃ کہ تہوڑا سا عمل مطابق سنت کی بہتر ہی
اوس عمل کثیر سے جو بدعتیں ہو اور دیکھ کم کھانا اور کم سونا الحکمۃ فی خلو المعدۃ والنائم کالمیت
اور حیوانات یا کسی دوسری نعمت خدا کا ترک نکرنا مثل جماع کے یا تقلیل اُسکی اسدرجہ پر کہ بدنکو
ضعیف و نزار کر دے اور عمل کی قدرت نرہی کہ بدن تیرا تیری سواری ہی جسپر تو چڑہا پھرتا ہی اور بہت
سے کام سونکے لئے اوسکی تقویت کی ضرورت ہی اور لازم ہی کہ خوراک اور لباس حلال ہو اور شبہہ
سے دور ہے بلکہ کل چیزیں جنکو آدمی اپنے نفس کے واسطی کسی نیک کام مین صرف مین لاوے وہ کام
اشتبہ بحرام ہوں اور ضرور ہی کہ فاسق و بدکار اور ظالموںکی صحبت اور معاشرت بہت کم
کرے کہ اونکی صحبت میں سنگ دل ہو جاتے ہیں اور اللہ سی دوری میں بڑا اثر ہی مگر یہ کہ تو اپنے
اندر یہ قوت دیکھے اور تیری غرض یہ ہو کہ اونکی ہدایت کرے یا اونکے ظلم کو مظلوموں سی دفع کرے
یا یہ کہ اونسی خوف اور تقیہ ہو اور لازم ہی کہ تجھکو اونکے ساتھ بیٹھنے اور اُٹھنے کو ایسی لوگ تلاش کرے جو
آخرت پر معین ہوں اور جسے دیکھے اُس سی خلط ملط ہو جانا چاہیے کہ اکثر آدمیونکی صحبت ایسی

زمانہ میں دنیا و دین کی مضر ہی اور حواریوں نے عیسےؑ سی کہا یا روح اللہ ہم کس سی ہمنشینی کریں فرمایا جسکا دیکھنا تمکو اللہ کو یاد دلائی اور بولنا اوسکا تمھاری علم کو زیادہ کری اور اُسکا عمل تمکو آخرت کی رغبت دلاوی اور مناسب ہی کہ جس بات میں نفع نہو اُمیں سکوت کری اور بدون جانے بوجھے حلال و حرام میں دخل ندی بیان نکری یعنی جہنم کی کنارہ کھڑا رہتا ہی یعنی ذرا لغزش ہوئی اور اندر گیا اور اللہ تعالی فرماتا ہی الذین یفترون علی اللہ الکذب وجوھھم مسودۃ یوم القیمۃ کہ جو لوگ اللہ پر بہتان باندہتی ہیں جھوٹا قیامت کی دن اونکی منہ سیاہ ہونگے اور مناسب ہی کہ صحبت علمائی ربانی کو غنیمت سمجھی اور اونسی اپنی دین کی باتونکو حاصل کری اور زاہد اور عابد لوگوں سی کثرت سی ملاقات کری تاکہ اونکی عمل اور قول و فعل اور طور طریقہ سی تجکو نصیحت ہو اور خبردار مومنین پر سوائی خیر کی اور دوسرا گمان نکرنا اور لازم ہی کہ جو بات اُنکی تیری نظر میں بُری معلوم ہو اوسکو محمل نیک پر حمل کرنا اور لازم ہی خدا کو یاد رکھنا اور مصیبت اور بلا کی وقت یعنی اوس سختی پر صبر کرے اور نعمت کی وقت خدا کو یاد کری کہ اوس نعمت کا شکر بجالاوی اور عبادت کے وقت پر اُسکا بیان کہی جس سے اوسکو عمل میں لاویگا اور گناہ کی وقت اوسکو یاد رکھے جس سی اوسکو ترک کریگا خوف سی اللہ عزوجل کی اور لازم ہی مطالعہ اون احادیث کا جو مومنین کی صفات میں وارد ہیں اور متقیوں کی خصوصاً امیر المومنین علیہ السلام کا وہ خطبہ جسکو آپنے ہمّام کو تعلیم فرمایا تھا اور ہماری والد علامہ یعنی جناب ملا محمد تقی مجلسی علیہ الرحمۃ نی اسپر ایک شرح لکھی ہی جو بڑی جامع ہی پس اوسکا مطالعہ ضرور کرنا پھر خیال رکھ ای برادر کہ ہمنے جو کچھ اس رسالہ میں بیان کیا ہی یہ سب ہمنی معدن نبوّت سی لیا ہی ایک بات بھی اپنی دل سی نہیں کہی اور خبردار ہماری والد علامہ نور اللہ ضریحہ پر یہ گمان بد کرنا کہ وہ صوفی تھی یا اُنکی مسلک اور مذہب کی معتقد تھے حاشا وہ اس سی بری ہیں اور کیونکر ایسا ہوسکتا ہی وہ اپنی زمانہ

میں سب سے زیادہ اخبار اہلبیت علیہم السلام سے مانوس تھے اور سب سے زیادہ احادیث کے عالم
اور عامل تھے ہاں مسلک اونکا زہد اور ورع تھا اور شروع زمانہ میں صوفی کہکر پکاری جانیلگے
جس سے اِن فرقہ کے لوگوں کو اونکی طرف رغبت ہو اور وحشت نکریں تاکہ یہ اونکو فاسد
عقیدوں سے ہٹاویں اور اعمال مبتدعہ سے باز رکہیں اس مجادلہ حسنہ کی ذریعہ سے
اُنہوں نے بہت سے خلق کو ہدایت کی اور آخر عمر میں جب دیکھا کہ یہ مصلحت جاتی رہی
اور ضلالت کے نشان اور طغیان کے جہنڈے بلند ہوگئے اور گروہ شیطان پھیل گیا اور
اُنھوں نے جان لیا کہ یہ فرقہ دشمن خدا ہیں صراحتہ اون سے تبری اور بیزاری ظاہر کی
اور اونکے عقائد باطلہ کی تکفیر کرتے تھے ہیں اونکے طریقہ کو اور ون سے زیادہ جانتا ہوں
میرے پاس اس معاملہ میں اونکے خطوط موجود ہیں یہ ہماری مقصود کا خاتمہ ہے جسکو ہم
اس رسالہ میں ذکر کرنا چاہتے تھے ہم اب خدا سے امیدوار ہیں کہ ہمارا یہ بیان اوسکے فضل سے
طالب کو نفع دیگا اور بندہ عابد حسین انصاری سہارنپوری بھی امید رکھتا ہے کہ اسی طرح
یہ ترجمہ بھی مومنین کو نفع بخشے اور طالب علم سے ہم دونو خواستگار ہیں کہ مقامات اجابت دعا پر ہمکو
بھول نجاوے وفقنا الله وایاک لما یحب و یرضی وجعلنا وایاک ممن تذکرہ فینفعه الذکر

قد تمت الترجمة فی السابع والعشرین من شهر رمضان سنه ۱۳۱۴ھ
عند الضحی الیوم الاثنین فی مدرسه منصبیه انا
عبده عابد حسین الانصاری السهارنپوری

تمام شد